جلد 22 شمارہ 8 ماہ اکتوبر 2020ء صفر المظفر 1442ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا
الله
صداقت
محبت
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ
فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ 0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری 0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
ای میل: info@tauheediyah.com Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے — سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

ایک دفعہ ایک آدمی رکشے میں بیٹھا، ڈرائیور نے پوچھا جناب کہاں چلنا ہے؟ وہ بولا جہاں مرضی لے چلو جس پر ڈرائیور اسے پاگل خانے چھوڑ آیا۔ اس مختصر سے قصے سے ہمیں یہ اندازہ ہوا کہ بغیر منزل و مقصد کے انسان، انسان نہیں پاگل کہلاتا ہے۔ میں اکثر ایک آدمی کو دیکھتا ہوں جو سڑک پر بہت تیزی کے ساتھ سگریٹ سلگائے آ، جا رہا ہوتا ہے، جیسے بہت ضروری کام سے جا رہا ہو۔ عرصے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ اور وہ یونہی بلکہ بے مقصد سڑک پر آتا جاتا رہتا ہے۔ آپ تجربتہً راستے پر چلتے ہوئے کسی موٹر سائیکل یا گاڑی والے کو روک کر پوچھ لیں کہ آپ کہاں جا رہے ہیں تو وہ ضرور آپ کو اپنی منزل بتائے گا۔

اب ہمارے سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب ہمارے پاس ہر دن، مہینے یا سال کی پلاننگ اور مقصد ہے تو کیا اس 60,70 سالہ زندگی کی بھی کوئی پلاننگ ہے؟۔ اور اگر ہے تو کیا ہم نے اس مقصد کے حصول کے لیے سنجیدہ کوشش شروع کی ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے انسانوں کو حیوان بلکہ ان سے بھی بدتر سمجھتا ہے جو اس زندگی کو غفلت کی نظر کر رہے ہیں اور اپنے خالق کی پہچان اور اپنا مقصد حیات جاننے سے قاصر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس زندگی کی صورت میں ملی ہوئی مہلت ختم ہو گی تو ممتحن پوچھے گا کہ تمہیں جس ڈیوٹی پر بھیجا گیا تھا کیا وہ کما حقہ پوری کی ہے۔ جواب ناں میں ہونے کی صورت میں کہا جائے گا کہ پکڑو اسے اور طوق پہنا کر دہکتی آگ میں جھونک دو اور اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ (الحاقۃ 32-30)

سلسلہ توحیدیہ سے منسلک ہو کر الحمدللہ ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے بزرگان نے ہمیں مقصد حیات سمجھانے اور اس کے حصول کا ایک سہل پلان دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم کثرت ذکر اور اخلاق حسنہ کو اپنا کر اور اپنے بزرگوں کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنا مقصد حیات پا لیں۔ بانی سلسلہ نے اپنی

جماعت کا نام توحیدیہ رکھا جو ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ کیوں کہ یہ توحید کا اقرار ہی ہے جو ہمیں ہماری ذات کی اہمیت سے آگاہ کرتا ہے کیوں کہ جب تک انسان دنیا کے باطل معبودوں کو رد کر کے سچے معبود کو نہ پوجے وہ کیسے مرد خود آگاہ بن سکتا ہے۔ سورت الحج کی آیت 73 میں اللہ باطل معبودوں اور ان کے پجاریوں کی قلعی کھولتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''یہ معبود نہ تو ایک مکھی پیدا کر سکتے ہیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو نہ ہی اس سے واپس لا سکتے ہیں۔ کیسا کمزور ہے مانگنے والا (طالب) اور کیسا کمزور ہے (مطلوب) جس سے مانگا گیا'' جیسا انسان کا معبود ہوگا ویسا ہی وہ خود ہوگا اور جس کا معبود صرف ایک اور برحق ہو وہ یقیناً اپنی نگاہوں اور اللہ کے ہاں سر بلند ہوگا اور اپنی ذات کی شناخت اور بعد ازاں اپنے خالق کی معرفت سے بہرہ ور ہو کر اپنا مقصد حیات حاصل کر لے گا۔ توحید کے اس اعجاز کی طرف اقبالؒ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اک مسئلہ علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلماں سے پوشیدہ ہے مسلماں کا مقام

ہمیں چاہیے کہ صرف نام کے ساتھ توحیدی لکھانے پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ اس روشنی سے اپنی ذات کے اندھیروں کو دور کر کے اپنے حقیقی مقام کو حاصل کریں۔

والسلام

مدیر

ذکرِالٰہی اورتزکیہ اخلاق

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

اللہ نے اپنے ملنے کے لیے ایسا سیدھا اور آسان طریقہ بتایا ہے کہ ہر انسان جس کو صحیح طلب ہو باآسانی اس پر عمل کرسکتا ہے۔ وہ طریقہ کیا ہے؟ وہ ہے اللہ کا ذکر' زبان سے بھی اور دل سے بھی۔ ذکر کے متعلق بہت سی آیات ہیں مگر بخوف طوالت صرف تین آیتیں دیتے ہیں۔ ان میں سے پہلی دو آیتیں مبتدیوں کے لیے اور آخری منتہیوں کے لیے ہے۔

پہلی دو آیتیں منشورِ دعوت اور چراغ راہ کے سرورق پر درج ہیں۔

پہلی آیت کا ترجمہ: ''اور اپنے ربّ کو دل میں یاد کرو۔ زاری سے اور ڈر سے' زبان سے آواز نکالے بغیر صبح اور شام اور غافلوں سے مت ہو۔'' (الاعراف:۲۰۵)

دوسری آیت کا ترجمہ: ''پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حال میں۔''(النساء:۱۰۳)

تیسری آیت : وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً (المزمل:۸)

ترجمہ: ''یعنی اپنے ربّ کے نام کا ذکر کرو اور سب کو چھوڑ کر اسی کے ہو جاؤ۔''

مطلب یہ ہے کہ قلبی تعلق اللہ کے سوا کسی سے بھی باقی نہ رہے۔

الغرض! ذکر بنیاد ہے علم الٰہیات کے حصول کی۔ لفظ اللہ یعنی اسم ذات کا ذکر سانس کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ ذکر پورے ذوق وشوق اور پابندی سے کم از کم دو تین برس ضرور کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اللہ کی یاد دل میں مستقل ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر لفظاً ذکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے ساتھ ہی دل میں جوش پیدا کرنے کے لیے نفی اثبات کا ذکر بھی بہت ضروری ہے۔ یہ جہر سے ہو تو بہت اچھا ہے۔ اس سے

خون میں گرمی پیدا ہوتی اور دل و دماغ اس سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اللہ اللہ بدن کے ایک ایک روئیں اور خون کے ایک ایک ذرّے میں مل جاتا ہے۔ یوں کہیے کہ روزانہ بیٹری کو چارج کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے یہ بھی بہت ضروری ہے۔ اگر زیادہ نہیں تو کم از کم پندرہ منٹ کر لینا کافی ہے۔ پچھلے زمانے میں یہ ذکر ۴۔۵ ہزار مرتبہ روزانہ بتایا جاتا تھا مگر مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ پاس انفاس اصل چیز ہے اور نفی اثبات تو صرف جوش و خروش پیدا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ دوسرا پہلو نفی اثبات کا یہ ہے کہ نفی کرنا آ جائے اور اس کی عادت ہو جائے۔ جب تک نفی درست نہ ہو اثبات کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتا اس لیے ذکر آہستہ آہستہ کرنا چاہیے جلدی نہیں۔ بعض ہمارے بھائی غلطی سے سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہفتہ واری حلقہ ذکر میں شریک ہونا ہی کافی ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہیں ان کو مطلق کوئی ترقی نہیں ہوگی۔ یہ ذکر روزانہ گھر میں نماز فجر سے پہلے یا بعد میں کرنا چاہیے۔ یہ نہ ہو تو نماز عشاء کے بعد سہی۔ آپ یہ سب کچھ جانتے ہیں اور جو بھائی نئے ہیں وہ دوسرے پرانے بھائیوں سے پوچھ سکتے ہیں۔ اس واسطے ذکر کا زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

اب چوتھی چیز تزکیہ اخلاق ہے۔ یہ چیز بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ پاس انفاس۔ ذکر سے قلب میں روح اور جان پڑتی ہے اور حرارت و سوزِ عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن گرمی اور سوز تو پیدا ہو جائے اور تزکیہ اخلاق نہ کیا جائے تو وہ حرارت بجائے فائدے کے نقصان پہنچائے گی۔ دراصل وہ حرارت ہی مقصود ہے۔ بعض اشخاص کے دل میں گرمی پیدا نہیں ہوتی لیکن باقی کوائف سب ٹھیک ہوتے ہیں تو ان کو پریشان نہ ہونا چاہیے۔ اس حرارت کے ساتھ ہلکا سا نشہ اور سرور ہوتا ہے اور اس حالت میں سالک بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔ جتنے کرشمے اور کرامات سالک سے سرزد ہوتے ہیں اس حرارت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہ حرارت ایک خاص درجہ تک اگر کسی میں پیدا ہو جائے تو اس میں اس قدر کشش مقناطیسی پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص اس سے محبت کرنے لگتا ہے اس کا والہ و شیدا ہو جاتا ہے اور اس کا ہر حکم مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر تزکیہ اخلاق نہ ہوا ہو تو انسان اس طاقت سے غلط اور ناجائز فائدہ اٹھائے گا۔ اس لیے تزکیہ اخلاق بہت ضروری ہے

اس کے لیے بزرگ سفر کرنے کا حکم دیتے تھے، سقہ بن کر پانی پلواتے تھے، بھیک منگواتے تھے۔ اس زمانہ میں یہ باتیں کون کرے گا۔لہٰذا میں نے ایک بہت ہی سہل طریقہ اس کا نکالا ہے اور وہ یہ ہے کہ غصہ اور نفرت کو دل سے بالکل نکال دو۔ ایسا کرنے سے باقی برائیاں رفتہ رفتہ خود ہی جاتی رہیں گی۔ یہ عمل گھر ہی سے شروع ہونا چاہیے۔ یعنی اپنے بیوی بچوں، رشتہ داروں، ملازموں وغیرہ پر کبھی غصہ نہ کرو۔ خواہ ان سے کیسی ہی خطا سرزد ہو۔ ضبط کرو اس سے قوت برداشت پیدا ہو گی جو ہر بڑے آدمی خصوصاً اصلاح کرنے والوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ دل تو چاہتا تھا کہ اس پر دو چار صفحے لکھتا لیکن اول تو چار ماہ کی مسلسل بیماری سے دماغ کمزور ہے اجازت نہیں دیتا دوسرے وقت بھی تھوڑا رہ گیا ہے۔ آپ پہلے ہی سب کچھ جانتے بھی ہیں جس کسی کو تفصیل معلوم کرنا ہو "تعمیر ملت" سے معلوم کر سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اس میں لکھا ہے غصہ اور نفرت کی نفی کے ساتھ ساتھ دو چیزیں اختیار کرو ایک عالمگیر محبت دوسرے حق یعنی خدا کی ہر مخلوق سے محبت سے پیش آؤ اور جو کام کرو حق کرو۔

یہ مذکورہ باتیں جو اوپر بیان ہوئیں اوسط درجہ کا بزرگ بننے کے لیے ضروری ہے۔ اگر یہ سب کچھ ٹھیک کیا جائے تو سالک میں کشف و کرامات کی وہ طاقت خودبخود پیدا ہو جائے گی جو غیر مذاہب کے صوفیوں کی کسی عبادت و ریاضت اور یوگ وغیرہ سے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔ مسمریزم، ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی انتقال خیال اس کو اس درجہ حاصل ہوگا کہ دوسرے طریقوں سے ان طاقتوں کو حاصل کرنے والے کبھی حشر تک نہیں کر سکتے۔ اعلیٰ درجہ کی بزرگی حاصل کرنے اور مراتب اعلیٰ تک پہنچنے یعنی قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے پانچویں بات یعنی قطع ماسویٰ اللہ بدرجہ کمال پیدا کرنا پڑتی ہے اوسط درجے تک کے لیے بھی ضروری تو ہے مگر اس قدر زیادہ نہیں۔ قطع ماسویٰ اللہ کیا ہے؟ یہ ہے کہ سالک کا دلی تعلق اللہ کے سوا دنیا کی کسی شے مثلاً بیوی بچے، روپیہ پیسہ، عیش و عشرت وغیرہ کسی چیز سے سوت کے دھاگے کے برابر بھی قائم نہ رہے لیکن حقوق العباد کما حقہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ یہ کام بہت مشکل ہے، کرنے والوں کے لیے کوئی چیز

مشکل نہیں سب کچھ ہوسکتا ہے۔ ہزاروں نے کیا ہے اب کررہے ہیں اور آئندہ کریں گے۔ طلب صحیح، ہمت بلند اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔

الغرض! یہ ہے وہ علم حکمت جو حضور نبی کریم ﷺ اپنے ساتھیوں کو سکھاتے تھے۔ علم حقائق الاشیاء۔ حکمت کے عام معنی ''عقل کی باتیں'' بھی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حضور ﷺ نے عرب کے ان پڑھ جہلا کو اپنی تعلیم سے علم کا وہ نور بخشا کہ وہ قیصر و کسریٰ کے درباروں میں بے جھجک چلے جاتے اور ایسی عقل مندی کی باتیں کرتے کہ بڑے بڑے عالم و فاضل دنگ رہ جاتے اور ان کا جواب نہ دے سکتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ علم الٰہیات سے انسان میں عقل سلیم اور قلب سلیم پیدا ہو جاتا ہے اور جس کو یہ دونوں نعمتیں میسر آ جائیں وہ بڑے بڑے فلسفہ دانوں کو بھی لاجواب کر دیتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم الٰہیات حاصل کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے تو جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے۔ اس میں عقل سلیم اور قلب سلیم پیدا ہو جاتا ہے علم لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کے آگے پھر کسی علم کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس میں وہ روحانی جذبہ اور مقناطیسی کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ جو اس کے پاس تھوڑی دیر بھی بیٹھتا ہے اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے اس لیے تمام دنیاوی کام بھی ہمیشہ اس کے حسب دل خواہ انجام پاتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور خدا سے جو مانگتا ہے وہی ملتا ہے۔ وہ ہمیشہ خوش رہتا اور دوسروں کو خوش رکھتا ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خلق خدا کی اصلاح کرتا اور ان کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ آخرت کے لحاظ سے وہ نہ بائیں والوں میں ہوتا ہے نہ دائیں والوں میں بلکہ آگے والوں میں ہوتا ہے اور ہمیشہ قرب اور لقائے الٰہی سے شادکام رہتا ہے۔ دعا کرو کہ خدائے رحیم و کریم تمام مسلمانان عالم کا بول بالا کرے۔ انہیں کفار و مشرکین کی بالادستی سے نجات دے کر پھر سب پر غالب فرمائے، انہیں فرقہ بندیوں اور تفرقہ پردازیوں جو ان کی ذلت و خواری کی اصل وجہ ہیں کو دور فرما کر متحد کر دے ان سے شرک کی لعنت دور کرے۔ اشخاص پرستی، پیر پرستی اور قبر پرستی جیسی لعنتوں سے نجات دے کر خالص اور پکا توحیدی بنا دے۔ آمین! یا ربّ العالمین

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

بابا جانؒ سے پوچھا گیا کہ یہ جو حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ہمیں دو طرح کی تعلیم دی ہے۔ایک وہ تعلیم جس کو ہم بیان کرتے ہیں اور دوسری وہ تعلیم کہ جس کو ہم بیان کریں تو لوگ میری شہ رگ کاٹ دیں۔ یہ کس طرف اشارہ ہے؟ کیا یہ تصوف کی تعلیم کی طرف اشارہ ہے؟

بابا جانؒ فرمانے لگے کہ تصوف میں ایسا کیوں ہو؟ تصوف تو یہ ہے جو ہمیں بابا جیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے بتایا ہے۔یہ تصوف ہے!! اب جو تعلیم حضورﷺ نے دی وہ سب کو دی ہوگی۔باقی بھی تو صحابہ تھے۔وہ نہیں بتاتے تھے؟ یا انہوں نے نہیں بتایا؟ سب کے پاس تعلیم تھی۔سب کو تعلیم دی تو سب کو معلوم ہونی چاہئے۔کیا تعلیم تھی؟ یہی تعلیم تھی جس کا اشارہ اب تک ہو رہا ہے۔ایسی کوئی بات نہیں تھی۔یہی تعلیم ہے جو سب کے سامنے سب کو دی گئی کہ حضور نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ یہ قرآن پاک میں چھوڑے جا رہا ہوں۔اس کو پکڑ کے رکھو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔بس یہی بات ہے!!!!

ایک بھائی نے کسی عالم کا حوالہ دیا کہ ان کا خیال ہے کہ اس طرح پیغمبرﷺ کے کردار کو مشکوک بنانے والی بات ہے۔بابا جانؒ فرمانے لگے: ہاں جی! کہ سب کو نہیں بتایا، چھپا کے رکھا۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔جو تعلیم ہے وہ سب کو دے دی گئی ۔باباجیؒ نے بھی لکھا ہے کہ میں نے سب کچھ بتا دیا ہے۔لکھ دیا ہے۔کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی ۔اب فقیری میں بھی کہتے ہیں کہ:

فقیرا فقیری دور ہے، اونچی لمبی کھجور ہے
چڑھ جائے گا تو پیڑا پار ہے، گر گیا تو چکنا چور ہے

اب اسکا کیا مطلب ہے؟ چکنا چور والی کیا بات ہے؟ تھوڑا کرو گے تو تھوڑا ملے گا۔ زیادہ کرو گے تو زیادہ ملے گا۔باباجیؒ نے بھی کہا کہ فقیری کا ایک پیسہ بھی جو ہے وہ دنیا کے کروڑوں سے اچھا ہے،اس پہ شکر کرو۔تھوڑی سی بھی لاگ لگی ہو کسی کو تو وہ بھی بہت بہتر ہے۔کچھ نہ کچھ اس لائن میں لگے ہو تب بھی بہت ہے۔یا تو کام کرو یا پھر اونچے خواب نہ دیکھو۔یہ نہیں ہے کہ چکنا چور ہے ۔باباجیؒ نے کہا کہ میں تو استاد ہوں، ٹیچر ہوں۔ٹیچر پڑھاتے ہیں، سارے سامنے تیس چالیس سٹوڈنٹ بیٹھے ہوتے ہیں۔ان میں کوئی لڑکا بورڈ ٹاپ کرتا ہے، کوئی فیل ہو جاتا ہے انہیں سبق دوسرا تو نہیں بتایا ،علیحدہ تو نہیں پڑھایا۔حضورﷺ بھی ٹیچر ہیں۔

انما بعثت معلما۔ ﴿مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے۔﴾

رسول اللہﷺ نے یہ فرمایا کہ میں ٹیچر ہوں۔جیسے جیسے عمل کرو گے ویسے ویسے فائدہ ہوگا

باباجیؒ نے کہا کہ میں نے پڑھا دیا (سلوک سکھا دیا)۔یہ سیکرٹ والی بات نہیں ہے۔باباجیؒ کو یہ پسند نہیں تھا۔اب بھی لوگ یہ غوث اور قطب اور ایسی باتیں کرتے ہیں۔باباجیؒ اس لائن پر بالکل نہیں آنے دیتے تھے۔کہتے تھے کہ کدھر ہے سیکرٹ سروس؟ یہ ہماری مسجدوں میں گھوڑے، گدھے باندھے گئے۔بادشاہی مسجد میں یہ ہوا۔کسی کو اعتبار نہیں تو جاؤ! دیکھو! تاریخ کو۔ گھوڑے گدھے باندھے گئے۔سنگِ مرمر جو ہیں یہ سارے اتار کر گوردوارے میں لگا دیئے گئے

کدھر تھے وہ غیرت مند مسلمان جو کہتے تھے کہ یہ خنجر ٹوٹ سکتا ہے، خم کھا نہیں سکتا۔ کہاں تھے یہ پنجابی؟ یہ پٹھان؟ یہیں تھے یہ اس وقت۔ پنجاب اُس وقت ایک ہی تھا۔ سب سے زیادہ غیرت والے تو یہ ہیں ناں، تو کدھر تھے یہ سب؟ باباجیؒ کہتے تھے کہ وہ کدھر تھے سیکرٹ سروس والے سب؟ یہ غوث اور قطب جو ہیں جو کہتے ہیں کہ اندر حکومت ان کی ہے۔ یہ وہ کرتے تھے؟ انہوں نے ڈیڑھ سو سال ہمیں جوتے پڑوائے؟ ہماری مسجدوں کا تقدس بھی برباد کرایا۔ تو کہاں تھے یہ سیکرٹ سروس والے؟ ایسی سیکرٹ سروس تھی تو ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی سیکرٹ سروس نہیں۔ ہمارے سامنے صحیح راستے ہیں کام کرنے کے لئے۔ اللہ کے حکم کی تعمیل کرو۔ تم ٹیڑھے نہیں ہو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ پینسٹھ (۶۵ء) کی جنگ میں فرشتے اترے۔ وہ اکہتر (۷۱ء) کی جنگ میں فرشتے کہاں تھے؟ اکہتر (۷۱ء) میں جنگ ہوئی تو وہاں فرشتے کیوں نہ آئے؟ مسلمان ہی مسلمان کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ گلے کاٹ رہے ہیں ایک دوسرے کے یہاں تو بڑے معجزات تھے کہ جو وہ بم پھینکتے تھے۔ ایک بابا دریائے راوی سے بم پکڑ کے اُدھر پھینک دیتا۔ کیا تھا یہ؟ وہ بم کے انتظار میں پھرتے تھے؟ کیا ہے یہ سب؟

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن

(عبدالرشید ساہی)

علامہ محمد اقبال کے ایک شعر سے مضمون کی ابتداء کررہاہوں آپ کی شاعری منفرد قسم کی ورآفاقی شاعری ہے دراصل آپ نے اپنی شاعری میں قرآن حکیم کی تفصیل بیان فرمائی ہے لیکن افسوس اورصدافسوس کہ یہ قوم جس کے لئے ساری کاوش کی گئی ہے کہ اس کاوش کی روشنی میں یہ قوم اپنا قبلہ درست کرلے مگر یہ کاوش ناکام ہی رہی ہے دل خون کے آنسو رو رہا ہے پھر خیال آتا ہے کہ یہ تو علامہ اقبالؒ کی کاوش ہی ناکام گئی ہے یہاں تو قومیں ایسی بھی گزری ہیں جن میں بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے لیکن قوموں نے ان کی بات بھی سنی ان سنی کر دی بحر حال پیغام تو حق کا ضرور دینا چاہیئے ہوسکتا ہے کہ کسی نہ کسی کے مقدر کا ستارہ جگمگا جائے اور پیغام حق سن کروہ انسان راہ راست پر آجائے اس کی قسمت سنور جائے اوردنیا بھی بہتر ہوجائے اورآخرت کی کامیابی بھی حاصل ہوجائے علامہ اقبال فرماتے ہیں

جلاتا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوز پنہاں سے

تیری تاریک راتوں میں چراغاں کرکے چھوڑوں گا

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح کے لئے اپنے مخصوص بندے وقفہ وقفہ سے روانہ کیے کتابوں کی شکل میں اپنا پیغام ارسال کیا لیکن آخر میں اپنا محبوب پیغمبر ﷺ رحمت عالم بنا کر ہم میں بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں ہیں لیکن کسی کا احسان نہیں جتایا لیکن جب اپنے حسین وجمیل محبوب ﷺ کو آخری رسول ﷺ اور رحمۃ اللعالمین ﷺ بنا کر بھیجا تو ساتھ ہی احسان بھی جتا دیا کہ ہم نے مومنوں پر احسان کیا ہے لیکن یہ بڑے مقدر کی بات ہے کہ

آپ ﷺ کی نظر فیض سے ابو بکر سے صدیق اکبرؓ بن گئے اونٹوں کے حدی خواں عمر بن خطاب عمر فاروقؓ بن گئے عثمان بن عفان کو عثمان غنیؓ بنا دیا گیا علی المرتضیٰ کو حیدر قرار، شیر خدا اور فاتح خیبر بنا دیا گیا یہ صرف اور صرف آپ ﷺ کی نظر فیض کا کمال تھا۔ بنانے والے نے بنا دیا کسی کو کیا اعتراض ہے کسی کے پاس کیا اتھارٹی ہے کہ کوئی ان پر اعتراض کرے لیکن ایسے بھی بد بخت تھے جن میں کوئی ابو جہل بن گیا کوئی ابو لہب بن گیا اور کوئی رئیس المنافقین بن گیا۔ میاں صاحب کھڑی شریف فرماتے ہیں

جہناں محبوبا تینوں نہیں بنیا سر اونہاں وچ خاکاں۔

جن انسانوں نے رحمت عالم ﷺ کی غلامی اختیار کی وہ کامیاب ہو گئے اور مخالفت کرنے والے ناکام، نامراد اور مردود بن گئے۔ وہ نظر فیض اور نظر رحمت آج بھی کائنات میں اپنا کام کر رہی ہے یہ الگ بات ہے کہ کوئی محسوس کرے یا نہ کرے۔ مجھے اس بات سے کوئی مقصد نہیں ہے، غور فرمائیں اسی نظر رحمت ﷺ نے سیالکوٹ سے محمد اقبال کو علامہ محمد اقبالؒ بنا دیا کراچی سے محمد علی کو قائداعظم محمد علی جناحؒ بنا دیا۔

اگر آپ بھی غلامی اختیار کر جائیں گے تو وہ نظر فیض ﷺ آپ کو دونوں جہانوں میں نہیں سارے جہانوں میں کامیاب و کامران کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پر حکمت کتاب قرآن مجید میں واضح فرما دیا ہے کہ جب بد نصیبی کی تاریکیاں آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیں آپ کو کوئی راستہ نظر نہ آئے تو میرے محبوب ﷺ کی غلامی میں آ جاؤ میرے محبوب رسول ﷺ کے قرب میں آ جاؤ میرے رسول آخر الزماں کی اتباع میں آ جاؤ تو تمہارے مقدر کا ستارہ بھی چمک سکتا ہے تمہیں بھی محبوبی کا رتبہ نصیب ہو سکتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کو بھی نبی مکرم و محترم ﷺ کی غلامی میں آنے کی وجہ سے یہ مرتبہ ملا ان کی قسمت بدل گئی ان کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے وہ پیغام جاری فرما دیا کہ رستہ کے متلاشی آج بھی اپنا قبلہ درست فرما سکتے ہیں لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ علامہ اقبالؒ کی ساری کاوش کا ایک ہی مقصد تھا کہ یہ اجڑی ہوئی قوم، دھکے کھاتی ہوئی قوم اور مقام ثریا

سے گری ہوئی قوم پھر سے قرون اولیٰ جیسی عظمت کامیابی و کامرانی حاصل کر لے ۔علامہ اقبالؒ، قائداعظم محمد علی جناحؒ اوران کی ٹیم نے خدا کی رحمت، نہایت دانشمندی، انتھک محنت، شب و روز کی کاوش کے بعد انگریزوں کی گرفت سے یہ خطہ زمین خالص اسلام کیلئے آزاد کروالیا ۔آزادی تو مل گئی اوراس خطہ ءزمین ارض پاک کا نام بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھ دیا گیا لیکن جس مقصد کیلئے یہ ملک بنا تھا یعنی پاکستان کا مطلب کیا **لا اله الله** وہ آج تک تشنہ کام ہے ۔علیحدہ خطہ ءزمین تو مسلمانوں کو مل گیا لیکن وڈیروں جاگیرداروں، سرمایہ داروں، مفاد پرستوں اور انگریز کے ہر دوٹولے نے یہاں نظام اسلامی قائم نہیں ہونے دیا ۔سسٹم وہی انگریز کا ہی چل رہا ہے ۔ آزادی کا ثمر صرف اور صرف اسی وقت حاصل ہوگا جب اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نظام بھی اسلامی ہوگا ۔تو یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ ہندوستان اور کشمیر کے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جارہے ہوں اور ہم دنیا کا بہترین میزائل سسٹم ہوتے ہوئے اور ایک ایٹمی طاقت ہوتے ہوئے بھی یہ سب گوارہ کریں ۔ ہماری بہو، بیٹیوں کی عظمت تار تار ہو رہی ہو، ریاست کشمیر (شعیب ابی طالب) کا نمونہ بنی ہو اور ہم خاموش تماشائی بنے رہیں ۔

عزت اور آزادی کی داستانیں اس خون سے لکھی جاتی ہیں جو بہنے کیلئے بے تاب ہوتا ہے ۔آزادی کے نخلستان اسی خطہ زمین پر لہلہاتے ہیں جو شہیدوں کے خون سے آبیار ہوتی ہے اسلام کے وقار کو قائم رکھنے کا صرف ایک ہی نسخہ ہے اور وہ ہے جہاد ۔جب تک مسلمان میدان جہاد میں سرگرم رہے کامیابیاں اور کامرانیاں پوری دنیا میں صرف مسلمانوں کی مقدر رہی ہیں ۔ جب سے جذبہ جہاد سرد ہوا ہے علامہ فرماتے ہیں:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

قوم میں آج بھی جذبہ جہاد موجود ہے ۔سینوں میں عزت وعظمت کے وہی خیالات موجود ہیں مگر قیادت کمزور اور بزدل ہے ۔ یہاں نہیں بلکہ تمام اسلامی بلاک میں آج بھی آرڈر

ماموں جان امریکہ کا چلتا ہے ۔ملکی پالیسیاں امریکہ بہادر کے حکم سے تبدیل ہوتی ہیں بلکہ اسلامی بلاک میں ملکی قیادتیں امریکہ کے اشارے پر تبدیل ہوتی ہیں ۔اسلامی بلاک میں ترکی اور ایران غیر ملکی مداخلت کو برداشت نہیں کرتے تو ان کا سپر پاور نے کیا بگاڑ لیا ہے ۔حرص ہوس اور حسد نے مسلمان قوم کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے ۔ یہودی لابی نے کرونا وائرس کا ہوا کھڑا کر کے خانہ کعبہ اور روزہ رسول ﷺ تک بند کروادیا ہے ۔ایمان کی کمزوری حد کو کراس کر چکی ہے ۔ علامہ فرماتے ہیں:

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

امریکہ بہادر اسلامی ملکوں پر ایسے گرتا ہے جیسے گدھ مردار پر گرتا ہے جب سے حکومتوں نے یورپی ملکوں کے کہنے پر جہادی مضمون تعلیمی نصاب سے نکال دیے ہیں ۔سینوں میں دل مردہ ہو چکے ہیں احساس سے عاری ہو چکے ہیں ۔ایمان کی دولت سے خالی ہو چکے ہیں ۔ علامہ فرماتے ہیں

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

مسلمانو بیدار ہو جاؤ کفر کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ ۔بے انصافی اور بددیانتی کی روش ترک کردو ۔علامہ فرماتے ہیں:

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ

(محمد موسیٰ بھٹو)

دنیا میں پیدا ہونے والا ہر انسان ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے۔ چاہے اسے اس کا شعور ہو یا نہ ہو، خطرہ یہ ہے کہ وہ اپنی شخصیت (جو پیچ در پیچ نفسانی ونفسیاتی روگوں سے عبارت ہے) کو فنا کر کے اپنے آپ کو خدا کی اطاعت و رضامندی میں دے دینے کے لئے تیار ہے یا اپنی شخصیت کی خداوندی کو قائم و برقرار رکھنے اور اپنے اندر کے بتوں کو پوجنے پر مصر ہے۔ دراصل اسی روش پر انسان کی دائمی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔

فرد اور افراد کا ابتدائی مسئلہ داخلی ہے نہ کہ خارجی، داخلی زندگی میں جب حقیقی اخلاقی، روحانی اور باطنی انقلاب آ جاتا ہے تو پھر اس سے معاشرہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ خارجی زندگی یعنی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کا کام افراد کے داخلی انقلاب سے ہی ہوتا ہے۔ فرد اور افراد کے اندر اگر روحانی اضطراب نہ ہو یا برائے نام ہو تو اس طرح کی صورتحال میں معاشرہ کی تبدیلی کا کام منصوبہ بندی اور لمبی چوڑی اسکیموں سے آگے بڑھنے نہیں پاتا۔ اس لئے اگر اپنے ذاتی تزکیے اور معاشرہ میں کام ان دونوں میں سے کسی ایک چیز کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہو تو اس میں ترجیح ذاتی تزکیے کو ہی دینی پڑے گی۔ ذاتی اصلاح اور شخصیت کی ایک حد تک تعمیر اور بنیادی نفسی خرابیوں کی قابل ذکر حد تک درستگی کے بعد معاشرہ میں پائیدار انقلاب کے لئے کام کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے بلکہ فرد یا افراد کے مزید تزکیہ کا بیشتر دارومدار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام سے ہی وابستہ ہے۔ خدا کا جو بندہ دعوتی کام سے بے نیاز ہو کر شب و روز خلوت میں ذکر و فکر کے ذریعہ ہی اپنے روحانی ارتقاء کے لئے فکرمند رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے اسے کامل قلبی سکون حاصل ہو لیکن روحانی ارتقاء کے جو مراحل اصلاح وتزکیہ کی ضروری مقدار کے بعد دعوتی میدان میں مصروف

رہنے والے داعی کو حاصل ہوتے ہیں۔ذکروفکر کی زندگی بسر کرنے والااس طرح کے روحانی ارتقاء سے پوری طرح آشنانہیں ہو پاتا۔

راقم دعوتی اور خارجی زندگی میں تبدیلی وانقلاب کے کام کی پوری اہمیت کے باوجود ترتیب دین میں ذاتی تزکیے کوزیادہ اہم اور ترجیح میں اوّلیت کا کام سمجھتا ہے دین کی یہی وہ ترتیب ہے جو بدقسمتی سے اس دور میں زیادہ نظر انداز ہوگئی ہے۔باطنی تبدیلی اوراخلاقی نصب العین اورزاویہ نگاہ کے بغیر معاشرہ کی سطح پر دین کا حقیقی اور بنیادی کام ہو ہی نہیں سکتا۔اس لئے اسلام تزکیہ نفس، باطنی خرابیوں کی اصلاح اور فکر آخرت کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن کی چند آیتیں اس کے بعد کچھ حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

افرایت من اتخذ الهه هواه

''(اے پیغمبر!) کیا آپ نے اس شخص کونہیں دیکھا جس نے نفس کی خواہشوں کوالٰہ بنادیا ہے''

ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون۔

''وہ لوگ کامیاب ہیں جونفس کے بخل اوراس کی تنگی سے بچے''۔

وذروا ظاهر الاثم وباطنه ۔ ان الذین یکسبون الاثم سیجزون بما كانوا یقترفون۔

''اور چھوڑ دو ظاہری اور باطنی گناہ بے شک جولوگ گناہ کمار ہے ہیں۔وہ عنقریب بدلہ دیئے جائیں گے اس کا جووہ کرتے رہے ہیں''

ومن ارادا الاخرة وسعی لها سعیها وهو مومن فاولئک کان سعیهم مشکورا۔

''جس نے ارادہ آخرت پیدا کیا اور اس کے لئے کوشش کا حق ادا کیا اور وہ صاحب ایمان بھی ہے توایسوں کی کوشش مقبول ہوگی''

یوم لا ینفع مال ولا بنون۔ الا اتی الله بقلب سلیم۔

''اس دن نہ تو مال کام آئے گا نہ ہی بیٹے مگر جواللہ کے ہاں قلب سلیم لے کرحاضر ہوگا''۔

قلب سلیم کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں ۔قلب سلیم وہ ہے جو شرک، حسد، بغض، نفرت، کینہ، حرص وطمع، کبروغرور، حب جاہ وحب مال وغیرہ سے پاک ہو۔ان کے نزدیک قلب کی سلامتی چار چیزوں کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔سب سے پہلی چیز شرک سے حفاظت ہے جو توحید کے خلاف ہے۔دوم خدائی امر کے خلاف جو شہوات وخواہشات ہوں ان سے بچا جائے۔سوم سنت رسول ﷺ کے خلاف جو بدعات ہیں ان سے پرہیز کیا جائے۔چہارم ایسی چیزوں سے بچا جائے جو ذکر الٰہی سے غافل کردینے والی ہوں۔اب حب جاہ وخودنمائی اور جذبہ شہرت کے سلسلہ میں کچھ حدیثیں ملاحظہ ہوں:۔

صحابہ کہتے ہیں ایک بار ہم دجال کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے۔آپ ﷺ نے فرمایا: میرے نزدیک تمہارے لئے دجال سے بڑھ کر جو خوفناک چیز ہے کیا میں وہ تمہیں نہ بتاؤں۔صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتایئے۔آپ ﷺ نے فرمایا شرک خفی یعنی جذبہ شہرت اور ریاء۔ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف شرکِ اصغر کے بارے میں ہے۔صحابہؓ نے سوال کیا، شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریاء۔

ایک اور حدیث میں ہے اپنے آپ کو بزرگ تصور کرنا علم کی بہت بڑی آفت ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا: جو تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اس کا مرتبہ بلند کردیتا ہے وہ اپنے آپ کو تو حقیر سمجھتا ہے لیکن لوگ اسے عظیم سمجھتے ہیں اور متکبر انسان اپنے آپ کو تو بڑا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا وہ کہیں گے ہم نے قرآن پڑھ لیا، ہم سے بڑے قاری اور عالم کون ہوں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ مسلمانوں میں سے ہوں گے یہی لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

نفسی حجابات کو قائم و برقرار رکھتے ہوئے قرآن کے مطالعہ جیسی بابرکت چیز بھی کس طرح موجب عذاب بن جاتی ہے۔اس حدیث میں اس کا انتہائی نمونہ پیش کیا گیا ہے۔اصل میں جن کے دلوں پر خدا کی عظمت وقدرت کا تصور سمایا ہوا ہوتا ہے ان پر تواضع اور فروتنی کی حالت طاری رہتی ہے۔ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا:

''اپنے آپ سے فتویٰ طلب کیا کرو۔نیکی وہ ہے جس سے نفس کو سکون اور قلب کو اطمینان حاصل ہو۔برائی وہ ہے جس سے دل میں کھٹک پیدا ہو، اگر چہ لوگ تجھے فتویٰ دیں (یعنی لوگوں کے فتویٰ پر اعتبار نہ کیا جائے اصل مفتی اندر کا انسان ہے اس سے پوچھ لیا جائے)

یہاں فتویٰ دینے والے جس نفس کا ذکر کیا گیا ہے وہ نفس لوامہ ہے مسلسل گناہ کرنے سے نفس نیکی و بدی کے سلسلہ میں فتویٰ دینے کی صلاحیت سے بڑی حد تک قاصر ہو جاتا ہے۔اس لئے نفس کو بیدار رکھنے اور فتویٰ کے لائق بنائے رکھنے کے لئے گناہوں سے اجتناب ضروری ہے۔

انسان کی ابتلاء وآزمائش کے لئے قدرت کی طرف سے اس کے اندر جو گوناگوں اور گہری نفسی خرابیاں رکھی گئی ہیں۔جدید علم نفسیات نے اسے عملاً ثابت کر دیا ہے۔اس سلسلہ میں ماہرین علم نفسیات کہتے ہیں:

''انسان اگر اپنی روزمرہ سرگرمیوں کا جائزہ لے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کے بیشتر اعمال کا سبب جذبہ خودنمائی اور حب جاہ ہی ہے۔بڑے بڑے فوجی سربراہ اور بہادر انسان جو اپنی جانیں خطرات میں مبتلا رکھتے ہیں۔بڑے بڑے علم کے پیاسے جو علمی مسائل کی تحقیق میں اپنی صحت تک برباد کر دیتے ہیں۔بڑی بڑی پاکباز خواتین جو اپنی عصمت کے تحفظ کے لئے اپنی زندگیوں سے ہاتھ تک دھو دیتی ہیں،ان سب کی تہہ میں اکثر یہ جذبہ کام کر رہا ہوتا ہے کہ دوسروں کی نظر میں اپنی فضیلت اور برتری ثابت کر کے کس طرح ناموری حاصل کی جائے۔

ناموری اور خودنمائی کے جذبہ کی تین صورتیں ہیں،ایک یہ کہ دوسروں کے ذہن میں اپنے بارے میں اچھا تاثر،خوش اعتقادی اور محبت پیدا کرنے کی کوشش و خواہش ہو۔اس طرح کے

لوگ اپنے عمل سے ایثار، ہمدردی، پاکبازی، خداترسی اور اخلاق حسنہ کا ثبوت دیتے ہیں یا مظاہرہ کرتے ہیں، تا کہ اس سے دوسروں کے دل میں محبت وعقیدت کا جذبہ پیدا ہو۔

جذبہ خودنمائی وحصول جاہ کی دوسری شکل یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے علمی کمال حاصل کیا جاتا ہے یا جسمانی صلاحیتوں کو فروغ دیا جاتا ہے تا کہ ان چیزوں کے ذریعہ سے معاشرہ میں عزت ووقار اور توقیر پیدا ہو۔اس طرح جذبہ عزت وتوقیر فروزاں وتسکین پذیر ہوتا ہے۔

اس کی تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو محض حصول نام ونمود کی غرض ہوتی ہے، اس سے بحث نہیں ہوتی کہ نیک نامی حاصل ہوگی یا بدنامی۔ عام طور پر لوگوں کے اندر بیک وقت یہ تینوں خواہشات پائی جاتی ہیں لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اندر صرف ایک ہی خواہش پائی جاتی ہے۔

انسان کے اندر اپنے عیوب کو مخفی رکھنے اور اپنی خوبیوں کو نمایاں کرنے کا جو مادّہ موجود ہے وہ دراصل اسی جذبہ خودنمائی اور حصول جاہ ہی کا نتیجہ ہے۔جن خاصیتوں کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ نام ونمود، عزت وشہرت یا محبت وعقیدت حاصل ہوگی ان خاصیتوں کو نمایاں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جن کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے بے وقعتی اور سبکی حاصل ہوگی انہیں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ اپنی خوبیاں دوسروں کے سامنے اس طرح پیش نہ ہوں کہ نمائش کی جھلک محسوس ہو، ورنہ بات ظاہر ہوجائے گی اس سلسلہ میں یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ اپنی تعریف خود نہ کی جائے ورنہ دوسرے لوگ تعریف کرنے میں بخل سے کام لیں گے۔داد وستائش اور تعریف ایک عطیہ وانعام ہے جو سوسائٹی افراد کو ازخود خوشی سے دیتی ہے جب کوئی شخص خود ہی اپنے آپ کو داد وستائش کا مستحق قرار دیتا ہے تو سوسائٹی اسے اپنی توہین تصور کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ فرد نے اسے ایک حق سے محروم کردیا ہے۔

انسان نے داد طلبی کے لئے مخفی راستے اختیار کر رکھے ہیں اس کی ایک دقیق صورت یہ ہے کہ ایک شخص لوگوں کے سامنے اپنی کمزوریاں خود ہی بیان کرنا شروع کردیتا ہے۔لیکن ایسا کرنے

سے اس کا پوشیدہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کی تردید کرنا شروع کر دیں۔یا کم از کم اس سے ہمدردی کا اظہار کریں جب تک لوگوں کے سامنے متکلم کی اندرونی نیت ظاہر نہیں ہوتی تب تک وہ اس کی مداح و تعریف کرتے ہیں۔لیکن جونہی انہیں اصل صورتحال کا علم ہوجاتا ہے تو وہ فرد ان کی نگاہوں میں بے وقعت ہوجاتا ہے۔

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ اگرچہ جذبہ شہرت و انانیت و خودنمائی ہر فرد میں موجود ہوتا ہے لیکن درج ذیل طبقوں میں یہ جذبہ بری طرح موجود ہوتا ہے اور بڑی خطرناک اور خوفناک **شکل** میں سامنے آتا ہے۔

دولت مند: چونکہ دولت ایسی چیز ہے جس سے دنیاوی لذت و راحت کا ہر مادی سامان خریدا جاسکتا ہے اس لئے دولت مند اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز سمجھنے لگتا ہے۔دولت اس کی نفسیات میں ایک بنیادی روگ پیدا کر دیتی ہے وہ اپنے آپ کو دوسری دنیا کی مخلوق سمجھنے لگتا ہے۔

اقتدار و اختیار: چونکہ حکومت و اختیار سے عام لوگوں پر حکم چلانے کا موقعہ ملتا ہے۔نیز انہیں اپنا محکوم و ماتحت سمجھنے کی نفسیات جنم لیتی ہے۔اسلئے حکمرانی و افسری سے نخوت و تحکمانی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔

علم و فضل۔علم،دانشوری اور خطابت سے اپنی علمی فضیلت اور عظمت کا زعم پیدا ہونے لگتا ہے اس لئے عام طور پر یہ چیز بھی نخوت و فرعونیت کا ذریعہ بن جاتی ہے اور عجز و انکساری،حقیقت پسندی اور انسانیت کی عام سطح پر آنے کی راہ میں حجاب اکبر بن جاتی ہے۔

زہد و تقویٰ:

چونکہ زاہد عبادت میں ریاضت کو دائمی کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے جب اسے اپنی اس کامیابی کا مرکز اپنی ذات میں نظر آنے لگتا ہے تو اس سے اپنی بزرگی کا تصور راسخ ہونے لگتا ہے۔چنانچہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں اپنی شخصیت کو نمایاں اور ممتاز سمجھتا ہے۔زہد کا زعم

بڑے بڑے عابدوں اور زاہدوں کے اندر تکبر اور بڑائی کی ''صفت'' پیدا کر دیتا ہے۔

ان بنیادی روگوں کی نشاندہی کے بعد اب سوال یہ ہے کہ ان کا علاج اور اصلاح کا طریقہ کیا ہے؟ یہ ایک بہت اہم سوال ہے ایسا سوال جس پر افراد کی دائمی فلاح و نجات کا دارومدار ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہاں اس امر کی نشاندہی ضروری ہے کہ وہ افراد جو گناہوں کی آلودگیوں سے قلب سلیم کی ''دولتِ عظمیٰ'' کو بچا لیتے ہیں وہ مربی و مزکی کی صحبت کے بغیر بھی محض اپنی ذاتی کوششوں سے اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کر لیتے ہیں جس سے وہ انا، خودنمائی اور حب جاہ وغیرہ کے امراض سے بڑی حد تک محفوظ ہو جاتے ہیں اور شرح صدر کا مقام حاصل کر لیتے ہیں لیکن عام طور پر یہ نعمت عظمیٰ مربی و مزکی کی زیر نگرانی تربیت اور اس کی مسلسل توجہ اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ انسان میں پوشیدہ سرکش حیوانی قوتوں کو مطیع کرنے کے عمل کا تعلق عقل انسانی سے نہیں عقل و شعور معلومات کا مرکز جہاں سے علم حاصل ہوتا ہے لیکن جبلی قوتوں میں اعتدال پیدا کرنے میں عقل زیادہ معاون ثابت نہیں ہوتی۔ جدید نفسیات یہی کہتی ہے کہ انسانی عمل کی فیصلہ کن قوت شعور نہیں بلکہ لاشعور ہے مزکی و مربی انسان کے شعور کی بجائے تحت الشعور اور لاشعور کو متاثر کرتے ہیں اور اس میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔

مربیوں اور مزکیوں کی صحبت سے نہ صرف گہرے روحانی اور باطنی امراض کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ صحبت کے ساتھ اگر مجاہدہ بھی ہو تو ان امراض سے گلو خلاصی بھی حاصل ہو سکتی ہے دین کا کام کرنے والوں کو صحبت کی جتنی ضرورت پہلے تھی آج اس سے کہیں زیادہ ہے۔

(جاری ہے)

ہمارا نظامِ تعلیم

(مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی)

انگریزوں نے برطانوی ہند کے لئے تعلیم کا جو نقشہ مرتب کیا تھا اس کا ایک بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہندوستانیوں کی ذہنیت کو بدل دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ذہنیت غلامانہ ہونے کے بعد پوری زندگی...... انفرادی و اجتماعی...... متاثر ہوگی اور نتیجے کے طور پر قومی تمدن، ثقافت، تہذیب، اخلاق، افکار غرض پورا انداز زیست بدل جائے گا۔ نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ دوسری قوموں سے اس وقت بحث نہیں۔ ہم صرف مسلمان قوم کی اثر پذیری کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ مسلمان قوم کا دین اور دین کا ایک بہت بڑا حصہ ...... اخلاق ...... متاثر ہو کر رہا۔ اور یہ تاثر بھی کچھ عجیب انداز کا تھا کہ حاکم قوم سے اچھی باتیں نہیں سیکھیں۔ بس یہی ہوا کہ اسلامی ذہن اور اسلامی اخلاق سے دور ہوتے چلے گئے۔ یہ تاثر اس قدر ریختہ ثابت ہوا کہ آزاد پاکستان کے قیام کے بعد کسی محکوم قوم کی اخلاقی زندگی فوراً نہیں بدل جاتی۔ لیکن اگر اٹھارہ سال کے عرصے میں بھی نہ فقط یہ کہ بدل نہ سکیں بلکہ کچھ مزید اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہو جائیں تو تعجب ہونا چاہیے۔

مسلمانی فطرت:

لیکن سوال یہ ہے کہ اس درد کا درماں اور اس مرض کا مداوا کیا ہے؟ ہمارے اس سوال کا ایک ہی جواب ہے اور وہ جواب ہے ''دینی تعلیم'' جس کا لازمی جز ہے اخلاقی تربیت۔ مسلمان قوم کے مزاج کی افتاد دوسری قوموں سے بالکل مختلف ہے۔ اہل اسلام صرف خدا کے نام پر جمع ہو سکتے ہیں۔ انہیں صرف دینی تصورات ہی اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں۔ اپنی ہزار گراوٹوں کے باوجود اس قوم میں اب بھی اتنا دم خم ہے کہ اپنی عزیز ترین متاع کو اسلام ہی کے نام پر قربان کر سکتی ہے۔

اس سے زیادہ کشش رکھنے والی اور کوئی چیز اس کے لئے نہیں۔اِس لئے آغاز کار یہیں (دین) سے ہونا چاہیے۔

دین و دنیا کی ثنویت:

دین کا جو تنگ اور محدود تصور عرصہ دراز سے جڑ پکڑ چکا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی تعلیم اور دنیاوی تعلیم کو دو الگ الگ حقیقتیں تسلیم کیا جاتا ہے۔آپ نے بارہا سنا ہوگا کہ اسکول میں تیسرا گھنٹہ دینیات کا ہوتا ہے'' یعنی اس گھنٹے سے پہلے اور بعد میں جو سبق جغرافیہ، تاریخ، سائنس، ریاضی وغیرہ کے پڑھائے جاتے ہیں وہ گویا ''بے دینی'' کے گھنٹے ہیں۔یعنی ایک گھنٹہ دینیات کا اور باقی سارے گھنٹے ''دنیاویات'' کے یا ''بے دینیات'' کے ہوتے ہیں۔

تعلیم گاہوں میں ثنویت:

پھر آگے چلیے آپ کو جابجا بڑے بڑے سائن بورڈ ملیں گے جن پر مختلف دارالعلوم یا جامعہ کے نام موٹے حرفوں میں لکھے ہوں گے۔ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ دینی مدارس ہیں۔یعنی دنیا سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔ یہاں صرف دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں اور اگر آپ کچھ دنیاوی علوم بھی پڑھنا چاہیں تو یہاں پندرہ سال دینی علوم پڑھیے۔اس کے بعد اتنی ہی مدت کے لئے اسکولوں اور کالجوں میں دنیاوی علوم پڑھیے۔اس طرح دینیات اور دنیاویات دونوں کے عالم ہو جائیں گے۔ان دینی مدارس کی کیا تعلیم ہوتی ہے ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) **قرآن:** زیادہ سے زیادہ سورہ بقرہ کی پرانی تفسیر بیضاوی یا بعض تفسیروں میں تفسیری الفاظ خود قرآنی الفاظ سے زیادہ نہیں۔مکمل قرآن، ادبی، اخلاقی، تاریخی غرض کسی نقطہ نگاہ سے بھی کسی دینی مدرسے میں مکمل نہیں پڑھایا جاتا۔

(۲) **صحاح ستہ:** اپنے تمام رطب یابس سمیت اور وہ بھی کسی ایک فرقے کے زاویہ نظر سے۔

(۳) **مناظرہ:** مثلاً رشید یہ جس میں مناظرے کے اصول اور غالب آنے کے گر موجود ہیں۔

(۴) **فلکیات:** مثلاً تصریح الافلاک حالانکہ یہ بالکل پرانا اور فرسودہ ہو چکا ہے اور اس کے نظریات بالکل لایعنی ہو چکے ہیں۔

(۵) **فقہ:** مثلاً شرع وقایہ جس میں ابھی تک لونڈی غلام کے مسائل پڑھائے جاتے ہیں جن سے زندگی کو کوئی تعلق نہیں ہوتا اور مسائل کی جو موشگافیاں ہوتی ہیں وہ تو پڑھنے ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۶) **ادب:** مثلاً معلقاتِ سبع کے عریاں قصائد۔ نفحۃ الیمن کی ہیجان انگیز حکایات ... وغیرہ وغیرہ

بعض مدارس میں تاریخ اور جغرافیے اور ریاضی کی ضرورت محسوس کی گئی ہے بہر حال یہ ہیں وہ دینی علوم جو ان مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں اور یہ اس لئے دینیات ہیں کہ عربی زبان میں تو ان کا تعلق مدارس سے ہو جاتا ہے اور جو چیزیں انگریزی میں ہوں تو ان کا تعلق کالج سے ہو جاتا ہے اور جو چیز کالج میں ہو وہ دینیات نہیں ہوتی بلکہ دنیاویات ہوتی ہے۔

نتائج تعلیم میں تباعد:

چونکہ ذہنوں پر یہی نقش کیا گیا ہے کہ دین ایک الگ چیز ہے اور دنیا ایک جداگانہ شے ہے اس لئے نتیجہ بھی اسی کے مطابق نکلتا ہے۔ یعنی ان دینی مدارس سے جو فارغ التحصیل عالم ہو کر نکلتا ہے وہ صرف ''دین'' کے کام کا ہوتا ہے۔ دنیا سے اسے بظاہر مطلب نہیں ہوتا یعنی وہ نہ اکاؤنٹنٹ بن سکتا ہے نہ آڈیٹر، نہ کمانڈر، نہ پائلٹ، نہ انجینیر، نہ بزنس مین، نہ کارخانے دار، نہ پروفیسر، نہ سفیر نہ وزیر، یہ تمام کام دنیا کے ہیں اور عالم ہوتا ہے دیندار لہٰذا وہ صرف دینی کام کر سکتا ہے۔ یعنی نماز پڑھا سکتا ہے، وعظ کر سکتا ہے۔ مناظرہ کر سکتا ہے اور تکفیر کر کے تفریق اُمت کا کارنامہ

انجام دے سکتا ہے۔غرض یہ ہیں دینی کام جو دینی مدارس کا فارغ التحصیل عالم کرسکتا ہے۔ باقی سارے کام دنیا کے ہیں جو دنیاداری ہے اور خلاف تقویٰ ہے۔"مسائل" صرف وہ ہیں جو شرح وقایہ میں ہیں۔"مسائل زندگی" گویا بالکل الگ اور دنیاداری کی چیز ہے۔

تعلیم گاہوں میں وحدت:

ہم واشگاف لفظوں میں یہ عرض کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جس طرح اسلام میں ملوکیت اور پیشوائیت کا کوئی تصور نہیں اسی طرح دیندار مسلمان اور دنیادار مسلمان کی تفریق کا بھی کوئی تصور نہیں اِس لئے "عالم دین" کے موجودہ تصور کا بھی ۔۔۔۔ایک الگ تھلگ طبقے کی حیثیت سے ۔۔۔۔اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔اسلام میں دین دنیا سے الگ کوئی شے نہیں بلکہ اسی دنیا کو خدا کی مرضی کے مطابق چلانے کا نام دین ہے۔اس لئے ہماری تعلیم گاہیں الگ الگ دو دو ہونا درست نہیں۔تعلیم گاہ صرف ایک ہونی چاہیے اور وہ سراپا دینی ہوگی جتنے علوم پڑھائے جائیں گے وہ سب دینی ہی متصور ہوں گے۔جتنے گھنٹے ہوں گے وہ سب دینیات ہی کے گھنٹے ہوں گے۔ کیونکہ دنیا کے جتنے علوم وفنون بھی ہیں یا ہو سکتے ہیں وہ سب عین دینی اور اسلامی ہوں گے بشرطیکہ معلمین کا ظرف دینی اور روش اسلامی ہو"عالم دین" کا لفظ بھی ہمارا خودساختہ ہے۔عالم ہر وہ مسلم ہے جو کسی علم کو حاصل کرے۔کوئی حدیث کا عالم ہے کوئی بائی جین کا۔کوئی تفسیر کا عالم ہے کوئی عمرانیات کا۔کوئی فقہ کا عالم ہے اور کوئی تاریخ کا۔کوئی فرائض کا عالم ہے کوئی سائنس کا۔ غرض جو علم بھی انسان حاصل کرتا ہے وہ اس علم کا عالم ہے صرف مدرسے کا فارغ التحصیل یا صرف فقہ کا واقف کار ہی عالم نہیں۔عالم کے معنیٰ "اسکالر" کے ہیں خواہ کسی علم وفن کا اسکالر ہو۔اس تصور کی بنیاد پر ہماری تعلیم گاہ قائم ہونی چاہیے کہ وہاں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہ ہو اور دینی اور دنیوی تعلیم کی ثنویت کو یک لخت ختم کردیا جائے۔

اخلاقی تربیت:

اِس کے ساتھ ایک بڑا ہی ضروری' اہم اور بنیادی مرحلہ رہ جاتا ہے کہ اس جامع تعلیم کے ساتھ ان کی بڑی اعلیٰ اخلاقی تربیت بھی ہو۔ کیونکہ اخلاق کے بغیر کوئی قومی کردار نہیں پیدا ہوسکتا۔ اور دین کا سارا تصور ہی اعلیٰ کردار کے بغیر بے معنی سا ہو جاتا ہے۔ علوم وفنون کی غیر ضروری منطقی موشگافیوں سے کہیں زیادہ یہ ضروری ہے کہ متعلمین کے اندر اخلاقی قدروں کی اہمیت جا گزیں ہوجائے اور وہ یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ انسانیت اور اخلاق کے بغیر علمی زندگی بے معنی ہوتی ہے **العالم بلا عمل کالبحر بلاماء**۔ بے عمل اہل علم ایسا ہی ہے جیسے بے پانی کا دریا۔ اور دینی زندگی یہ نہیں کہ محض نماز روزے کی پابندی کر لی جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ اس سے تمام اخلاقی بدعنوانیاں معاف ہو جاتی ہیں بلکہ خدا سے رابطہ قائم ہی اس وقت ہوتا ہے جب خدا کے بندوں سے رابطہ صحیح ہو۔ اخلاقی زندگی کے بغیر دینی زندگی کے کوئی معنی ہی نہیں ہوتے۔ اخلاق کی کسی کتاب کو محض اس لئے رٹ لینا کہ امتحان میں پاس ہو جائیں کوئی معنی نہیں رکھتا۔

تصور گناہ وثواب:

اِس کے لئے گناہ وثواب کا موجودہ غلط تصور بھی بدلنا ہوگا۔ ہمارے موجودہ معاشرے میں مرا ہوا جانور کھالینا تو بہت بڑا گناہ ہے لیکن چغلی کھانے کو وہ اہمیت حاصل نہیں حالانکہ از روئے قرآن اس کا درجہ وہی ہے جو اپنے بھائی کی لاش کو نوچ کھانے کا ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں وظیفہ پڑھنے کا بڑا ثواب ہے لیکن خدمت خلق کو وہ درجہ حاصل نہیں حالانکہ ارشاد نبوی میں بہترین انسان اُسے قرار دیا گیا ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچے۔ غرض اس قسم کے بے شمار غلط تصورات جو گناہ وثواب سے وابستہ ہیں ہمارے معاشرے میں رائج ہیں جن کو یکسر بدلے بغیر اخلاقی اقدار کی اہمیت واضح نہ ہو سکے گی۔ اور ان پر پوری توجہ کرنا ضروری ہے۔

روحانی بیماری ''لالچ سے پرہیز''

(حافظ محمد ہارون)

اللہ تعالٰی کو طمع اور لالچ کرنے والے انسان بالکل پسند نہیں کیونکہ طمع کرنے والا یہی چاہتا ہے کہ میرے پاس زیادہ سے زیادہ مال آجائے اور اس بات کو بھول جاتا ہے کہ رزق اور مال کی جو تقسیم اللہ تعالٰی نے کی ہے وہی اس کے لئے بہتر ہے۔ طمع خور یہ نہیں چاہتا کہ دوسروں کو بھی کچھ ملے اس لئے وہ اللہ کے تقسیم کردہ رزق کو تسلیم نہیں کرتا تبھی تو وہ طمع کرتا ہے۔ طمع خوری بُرے اخلاق میں سے ہے، جس شخص میں طمع کی برائی پیدا ہوتی ہے تو اس سے کئی اور برائیاں یعنی چوری، ڈاکہ، بے ایمانی وغیرہ جنم لیتی ہیں جو جہنم میں لے جانے والے گناہ کبیرہ ہیں۔

طمع وحرص کی اللہ تعالٰی نے اپنے کلام میں کئی جگہ پر ممانعت کی ہے اور مختلف انداز میں اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالٰی ہے، جس کا مفہوم ہے کہ اور ہرگز اپنے کئے ہوئے برے کاموں کی بنا پر کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ تعالٰی ظلم کرنے والوں کو خوب جانتا ہے اور بے شک آپ کو پتہ چل جائے گا کہ دنیاوی زندگی کی حرص ان میں سب سے زیادہ ہے اور یہ اس بارے میں مشرکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر کوئی ہزار سال جینے کا خواہش مند تھا اور وہ اتنا دیئے جانے کے باوجود عذاب کو دور نہ کر سکے گا۔ اور جس طرح کے عمل یہ کر رہے ہیں اللہ انہیں دیکھ رہا ہے۔ (سورۃ البقرہ ۹۵۔۹۶)

منافقین کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کے مال ومتاع کے لئے بڑے حریص ہیں اور اس لالچ میں مشرکین سے بڑھے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ منافق کو دنیاوی زندگی کی حرص کافر سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہودی تو ایک ہزار سال کی عمریں چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لمبی عمریں بھی انہیں عذابوں سے نجات نہیں دے سکتیں۔ چونکہ کفار کو تو

آخرت پر یقین ہی نہیں ہوتا اور پھر ان کی سیاہ کاریاں بھی سامنے تھیں، اس لئے موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے لیکن، ابلیس کے برابر بھی عمریں پالیں تو کیا ہوا، عذاب سے تو نہیں بچ سکتے اللہ تعالیٰ انکے اعمال سے بے خبر نہیں تمام بندوں کے تمام بھلے برے اعمال کو وہ بخوبی جانتا ہے اور وہ ویسا ہی ان کو بدلہ دے گا (بحوالہ تفسیر ابن کثیرؒ)

اور نفسوں میں تو لالچ بھرا ہے اور اگر تم احسان کرو اور متقی بنو تو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے، (سورۃ نساء ۱۲۸)

اس آیت میں تین انسانی فطرتیں بیان کی گئی ہیں کہ انسانی نفس لالچ سے بھرا ہوا ہے، اور اس لالچ سے خود کو بچانا ہر انسان کا اولین فریضہ ہے۔

اور فرمایا: پس اپنی استطاعت کے مطابق اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ کی باتیں سنو اور اطاعت کرو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو یہی تمہاری ذات کے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی لوگ صاحب فلاح ہیں: (سورۃ تغابن ۲)

لہٰذا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے وہی انسان کے لئے ذریعہ نجات بنے گا۔ اور نفس کے لالچ سے بچنا چاہئے کیونکہ اسی میں انسان کی فلاح ہے اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر یوں فرمایا ہے۔

اور جو نفس کے لالچ سے بچائے گئے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (سورۃ الحشر ۹)

تزکیہ نفس انسان کو حرص اور لالچ سے بچاتا ہے اور تزکیہ نفس کی راہ اولیاء اور صوفیاء کی ہے لہٰذا ان کی اتباع میں اپنے نفس کو دنیوی لالچوں سے پاکیزہ کرنا چاہئے اور اسی میں انسان کی کامیابی اور فلاح ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ: ایک دن وہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیاں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ وہ خزانہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ پس جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ (سورۃ توبہ ۳۵)

خدا کی راہ میں اپنے مال کو خرچ نہ کرنے والے اور اسے سینت سینت کر رکھنے والے دردناک عذابوں سے مطلع ہو جائیں، قیامت کے دن اسی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمر داغی جائے گی اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع پونجی کا مزہ چکھو۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہو گا کہ جہنمی گرم پانی کا تریڑا ان کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ۔ تم تو بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے، یہ ہے بدلہ اس کا۔ ثابت ہوا کہ جو شخص جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ کی اطاعت سے اسے مقدم کرے گا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہو گا۔ ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ کے فرمان کو بھلا دیا تھا، آج اسی مال کی انہیں سزا دی جا رہی ہے جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضور ﷺ کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن جہنم کی آگ اور بھڑکانے کے لیے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں لا لا کر اسے سلگائے گی اور اس میں وہ جلتا رہے گا۔ یہ مال جو یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے اسی کو گرم کر کے اس سے داغ دیئے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آ جائے پھر آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا۔ یہ نہیں کہ ایک کے بعد ایک داغ لگے بلکہ ایک ساتھ سب کے سب لگیں گے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

لالچ سے متعلق احادیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیشک تم حکومت کے لئے حریص ہو جاؤ گے جو عنقریب قیامت میں ندامت کا باعث ہو گی کیونکہ دودھ پلانے والی اچھی اور دودھ چھڑانے والی بری ہے (بحوالہ بخاری شریف)

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگو ظلم سے بچو کیونکہ قیامت میں تمہارا کیا ہوا ظلم

اندھیرا بن جائے گا، لوگو! بخل اور حرص سے بچو یہی وہ چیز ہے جس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کیا لوگو! فحش سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ فحش کلامی کو پسند نہیں فرماتا ۔(بحوالہ مسند امام احمد)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر آدمی کے لیے مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو تیسری تلاش کرے گا، اور آدمی کے پیٹ کو نہیں بھرتی مگر مٹی ۔ اور توبہ کرنے والے کی اللہ توبہ قبول فرماتا ہے ۔(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں مال کا حرص اور عمر کا حرص ۔(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت ابن کعب بن مالک انصاریؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال مرتبے کی حرص کرنے والا اپنے دین کے لئے نقصان دہ ہے ۔(ترمذی شریف)

حضرت عمر بن خطابؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مجھے کچھ دینا چاہتے تو میں یہ عرض کر دیتا کہ مجھ سے زیادہ مستحق کو دے دیں تو آپ ﷺ فرماتے کہ یہ لے لو اور اپنے مال میں شامل کر لو اور اس کا صدقہ دیا کرو اور تمہارے پاس جو مال آئے اور تمہیں اس کا لالچ نہ ہو تو اس کو قبول کر و اور اپنے نفس کو طمع میں نہ ڈالو ۔(بحوالہ مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دینار و درہم کے بندوں پر لعنت کی گئی ہے ۔(بحوالہ ترمذی شریف)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر میں بھائی اور باطن میں دشمن ہوں گے عرض کی گئی ہے کہ یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ بعض سے طمع اور بعض سے خوف رکھنے کے باعث ۔

حضرت ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے چچا کے بیٹوں میں سے دو آدمی رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ۔ ان میں سے ایک عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ﷺ !

مجھے اس میں سے بعض کا امیر بنا دیجئے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ولی بنایا ہے دوسرے نے بھی اسی طرح کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! ہم اس کام پر کسی ایسے کو حاکم نہیں بنایا کرتے جو اس کا سوال کرے اور نہ کسی ایسے شخص کو جو اس کی طمع کرے، دوسری روایت میں فرمایا ہم اپنے کام پر ایسے شخص کو عامل نہیں بناتے جو اس کا ارادہ کرے۔(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت عباس بن سہل بن سعدؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو مکہ مکرمہ میں منبر پر دوران خطبہ یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! بے شک نبی اکرم ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے اگر آدمی کو سونے سے بھری ہوئی ایک وادی عطا فرما دی جائے تو وہ چاہے گا کہ ایسی ہی دوسری مل جائے حقیقت میں آدمی کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ اسکی توبہ قبول فرماتا ہے جو توبہ کرے۔

حضرت حکیم بن حزامؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے حکیم مال سبز اور شیریں ہے جو اس کو نفس کی سخاوت کے لئے لیتا ہے تو اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو نفس کی طمع کی خاطر لیتا ہے اس میں برکت نہیں کی جاتی اور وہ اس حریص کی طرح سے ہے جس کا شکم کبھی سیر نہیں ہوتا اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ راوی کہتے ہیں اس وقت میں نے کہا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کیساتھ مبعوث فرمایا ہے میں آپ کے بعد کسی سے مال کا سوال نہ کروں گا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت مقدام بن معد یکربؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا انسان کے پیٹ سے زیادہ بڑا برتن نہیں بنا۔ انسان کے لیے چند لقمے کھانا کافی ہے جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھ سکے۔ اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے۔ ایک تہائی کھانے کے لیے اور ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے۔

(ترمذی شریف)

ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ ابو ہاشم کی عیادت کے لیے آئے (تو انکو روتے دیکھا) پوچھا اے ماموں! کیوں رو رہے ہو۔ کیا کوئی درد آپ کو پریشان کر رہا ہے یا دنیا کی حرص؟ انہوں نے کہا دونوں باتیں نہیں بلکہ (اس وجہ سے کہ) رسول کریم ﷺ نے مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا جس کی میں نے پابندی نہیں کی آپ نے فرمایا تجھے زیادہ مال جمع کرنے کی بجائے صرف ایک خادم اور جہاد کے لیے ایک گھوڑا کافی ہے اور اب میں اپنے آپ کو اس حال میں پا رہا ہوں کہ میں نے مال جمع کر رکھا ہے۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

حضرت ابو النیاج اسدی فرماتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا کہ ایک صاحب صرف یہی دعا پڑھ رہے ہیں۔ خدایا مجھے میرے نفس کی حرص و آرزو سے بچا لے۔ آخر مجھ سے رہا نہ گیا میں نے کہا آپ صرف یہی دعا کیوں مانگ رہے ہیں اس نے کہا جب اس سے بچاؤ ہو گیا تو پھر نہ زنا کاری ہو سکے گی نہ چوری نہ کوئی اور برا کام۔ اب جو میں نے دیکھا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے۔ (بحوالہ ابن جریر)

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے (ہم سب لوگ سات یا آٹھ یا نو فرد تھے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم ایک بار بیعت نہیں کر چکے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کرو آپ ﷺ کا دوبارہ ارشاد گرامی سن کر ہم لوگوں نے اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی طرف بڑھائے اور دریافت کیا کہ حضور ﷺ ہم کس بات پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی بندگی کرو نماز پنجگانہ ادا کرو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا اس کو دل و جان سے بجالاؤ اور پھر آہستہ سے فرمایا کہ ''اور کسی سے کچھ نہ مانگو''۔

اس واقعہ کے بعد سے ان حضرات صحابہ کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ اگر کسی کے ہاتھ سے تازیانہ زمین پر گر جاتا تو وہ کسی دوسرے سے یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ تازیانہ اٹھا دو۔

حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے فرزند آدم اگر میں تجھے ساری دنیا

دے دوں تب بھی تجھے تیری خوراک سے زیادہ نہ دوں اور اس کے حساب کا شغل دوسروں کے سپرد کردوں (دنیا کے دوسرے لوگ دولت کا کثیر حساب کتاب کرنے میں مشغول رہیں) تو تجھ پر یہ میرا بہت بڑا احسان ہے۔

لالچ سے متعلق اقوال اکابرین:

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہر روز فرشتہ یہ منادی کرتا ہے کہ اے فرزند آدم! وہ تھوڑا مال کہ جو تجھے کفایت کرے اس کثیر مال سے بہتر ہے کہ جس سے بے اندازہ مسرت اور غفلت پیدا ہو۔

جناب سحیط بن عجلان کہتے ہیں کہ تیرا سارا شکم ایک بالشت سے زیادہ طول وعرض میں نہیں اور یہ چیز تجھے دوزخ میں ڈال دے تو عجیب سی بات ہوگی۔

ابن سماک نے کہا ہے کہ طمع ایک رسی ہے جو تیری گردن میں بندھی ہے اور ایک ڈوری ہے جو تیرے پاؤں میں بندھی ہے۔ گردن کی رسی کو نکال تاکہ پاؤں کی ڈوری کھل سکے۔

کسی دانشمند کا قول ہے کہ حریص اور طامع سب سے زیادہ غمگین رہے گا اور قانع ہمیشہ خوش رہے گا اور حاسد کے غم کی انتہا ہی نہیں ہے اور تارک دنیا ہمیشہ سبکدوش اور سبکبار رہتا ہے اور وہ عالم جو بدکار ہے سب سے زیادہ پشیمان رہتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو لالچ سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

خوفِ خدا: قرآن کی روشنی میں!

(ھارون یحییٰ)

''اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے جیسے حق ہے اُس سے ڈرنے کا اور (خبردار) نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو''۔ (سورہ آل عمران۔آیت:۱۰۲)

قرآن کے مذکورہ الفاظ ''اللہ سے ڈرو جیسے کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے'' اس موضوع کی طرف توجہ دلاتے ہیں جسے قرآن میں انتہائی واضح اور تفصیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ خوفِ خدا سے مراد کس طرح کا خوف، کیسا روحانی جذبہ، اور حکم کی نوعیت تفصیل کیا ہے۔ بلا کسی شک کے یہ موضوع قرآن کی تعلیمات کا ایک اہم ترین مقصد ہے جیسے کہ درج ذیل قرآنی آیت سے ظاہر ہے:

''یہ (قرآن) ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے (اسے اتارا گیا ہے) تا کہ انہیں ڈرایا جائے اس کے ذریعے اور تا کہ وہ اس حقیقت کو خوب جان لیں کہ صرف وہی ایک خدا ہے تا کہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں (اس حقیقت کو) دانشمند لوگ۔'' (سورہ ابراہیم۔آیت:۵۲)

آیئے! دیکھتے ہیں قرآن کی روشنی میں اللہ سے ڈرنے کا مطلب کیا ہے۔

ہر ممکن حد تک اللہ سے ڈرنا: ''پس ڈرتے رہو اللہ سے جتنی تمہاری استطاعت ہے اور (اللہ کا فرمان) سنو اور اسے مانو''۔(سورہ التغابن۔آیت:۱۶)

قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو اپنی ابدی حاکمیت، اعلیٰ و ارفع مقام اور برتری کے ساتھ ساتھ اس سزا سے بھی آگاہ کر دیا ہے، جو اُس نے اپنی نافرمانی کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر شخص کو ان حقائق سے باخبر ہونے کی عکاسی

کرتے نظر آنا چاہیے۔قرآن کی آیت کی روشنی میں اس مقصد کیلئے ہر شخص کو ہر ممکن حد تک اللہ کی طاقت سے ڈرنا چاہیے اور جہنم کے ابدی عذاب کے بارے میں اُس کی تنبیہ کو مدنظر رکھنا چاہیے اس طریقے سے اللہ کا خوف اس شخص کے دل میں ایک قدرتی حقیقت بن کر بس جائے گا۔ بالکل اسی طرح ایک مسلمان کو ہر ممکن حد تک قرآن میں بتائی گئی فرض عبادتوں کی ادائیگی میں غفلت اور ناجائز کاموں کے بارے میں بھی تفصیلاً بتا دیا گیا ہے جن کے بارے میں ڈرنا اور محتاط رہنا ضروری ہے، جیسے کہ درج ذیل آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور اسی طرح ہم نے اُتارا اس کتاب (قرآن) کو عربی زبان میں اور طرح طرح سے بیان کیں اس میں گناہوں کی سزائیں تا کہ وہ پرہیزگار بن جائیں یا پیدا کر دے یہ قرآن اُن کے دلوں میں یہ سمجھ''۔

اللہ کا خوف کوئی ایسا احساس یا جذبہ نہیں ہے جسے صرف مختلف قسم کے کٹھن روحانی مرحلے طے کرنے کے بعد ہی پایا جاسکتا ہو بلکہ یہ ایک نہ نظر آنے والی ایسی کیفیت ہے جو ہر وہ شخص حاصل کرسکتا ہے جو کھلے دل سے اس بارے میں غوروفکر کرے خوفِ خدا کا سچا جذبہ رکھنے کی خواہش کرنے والا انسان مخلصانہ غوروفکر سے یہ جذبہ حاصل کرسکتا ہے۔مطلب یہ کہ، ایک ایسا شخص جو کہ موت کی حقیقت اور موت کے بعد پیش آنے والے واقعات پر صرف ایک سیکنڈ کیلئے بھی غور کر لے تو وہ اس خوف، دہشت اور احترام کے حامل جذبہ کو پا سکتا ہے۔اس کا انحصار قطعی طور پر انسان کی بصیرت اور اُس کی مخلصانہ کوشش پر ہے۔

اللہ کو دیکھے بغیر ڈرنا: زمین پر محسوس کئے جانے والے مختلف قسم کے خوفوں اور خوفِ خدا کے درمیان کسی بھی قسم کے ابہام کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اللہ کا خوف رکھنے والے اہل ایمان کے جذبہ اور اُن کی روحانی حالت کو بھی بیان کر دیا ہے۔ایک مسلمان کا اللہ سے ڈرنا کسی بھی دوسرے خوف سے مختلف ہے، یہ خوف (خوفِ خدا) انتہائی گہرا

اور احترام سے بھرپور ہے۔ خوف کی یہ قسم دوسرے خوفوں سے بالکل الگ ہے اور اس کا مقصد انسان کی تکلیف اور مصیبت میں اضافہ کرنا ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس خوفِ خدا، انسانوں کو عاجزی اور اللہ کی فرمانبرداری یاد دلا کر اُن کی فہم وفراست اور شعور کو پروان چڑھاتا ہے۔ یہ خوفِ خدا انسان کو اچھے کردار کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے قابل بناتا ہے۔

یہ خوف ایمان والوں میں آخرت کے اجر کی خواہش کو اُبھارتا اور ان کے دلوں میں امید اور جذبہ کو بیدار کرتا ہے۔ اللہ کا خوف ایک مسلمان کی اللہ سے قربت اور اللہ سے پیار میں بھی کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا ناگزیر جذبہ ہے جو عظیم روحانی خوشیاں حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ قرآن پاک متعدد آیات میں اس گہرے احترام کو واضح کرتا ہے جو اہل ایمان کو خوفِ خدا سے حاصل ہوتا ہے، جیسے کہ:

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے (اللہ کی) مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔'' (سورۃ الملک۔ آیت:۱۲)

ترجمہ: (عقلمند لوگ وہ ہیں جو) ...... ''اور ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے اور خائف رہتے ہیں سخت حساب سے۔'' (سورۃ الرعد۔ آیت:۲۱)

ترجمہ: ''جنت اس کیلئے ہے جو ڈرتا تھا رحمٰن سے بن دیکھے اور ایسا دل لیے ہوئے آیا جو یادِ الٰہی کی طرف متوجہ تھا'' (سورۃ ق۔ آیت:۳۳)

خوفِ خدا کے ساتھ پر اُمید ہونا: اگرچہ ایک مسلمان کیلئے اللہ سے ڈرنا لازم ہے لیکن اسے اللہ کے اجرِ عظیم، اُس کی رحمت اور مغفرت کو بھی کبھی نہیں بھولنا چاہیے اور یہ کہ وہی (اللہ) ذات ہے جو اپنی رحمت کے صدقے توبہ قبول فرماتا ہے۔ گویا حقیقی خوفِ خدا دراصل ایک مخلصانہ اُمید کے جذبہ کو پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔ اللہ کے خوف کا گہرا احساس دراصل اللہ کی مذکورہ بالا صفات پر غور کرنے کے قابل بناتا ہے۔ انسان کو اللہ کی حاکمیت اور عظمت کو زیادہ گہرائی

اور جوش و جذبہ کے ساتھ تسلیم کرنے اور نتیجتاً اللہ کی زیادہ قربت حاصل کرنے کے قابل بنا دیتا ہے اللہ سے ڈرنے والا شخص اُس (اللہ) کی رحمت، اس کی عظمت اور اس کی لامحدود مغفرت کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔

چنانچہ ایک سچا مسلمان اللہ کی طرف خوف اور اُمید کے روحانی جذبہ کے ساتھ رجوع کرتا ہے:

ترجمہ: ''دُور رہتے ہیں اُن کے پہلو (اپنے) بستروں سے پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور اُمید رکھتے ہوئے اور ان نعمتوں سے جو ہم نے انہیں دی ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں۔''

یہ ایک واضح نشانی ہے کہ اللہ کا خوف قطعاً ایسا جذبہ نہیں، جو نا اُمیدی یا مایوسی کا باعث بنے قرآن کی کئی آیات مبارکہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کو ہمیشہ اُمید کا دامن پکڑے رہنا چاہیے:

ترجمہ: ''اور دعا مانگو اُس سے ڈرتے ہوئے اور اُمید کرتے ہوئے بیشک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکوکاروں سے۔'' (سورۃ الاعراف۔آیت:۵۶)

ترجمہ: ''آپ فرمائیے! اے میرے بندو! جنھوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر، مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو بلاشبہ وہی بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورۃ الزمر۔آیت:۵۳)

حقیقتاً نا اُمیدی تو منکرین اور ایمان نہ لانے والوں کی صفت ہے اس بارے میں بھی قرآن کی متعدد آیات مبارکہ میں واضح طور پر بتایا گیا ہے جیسے کہ:

ترجمہ: ''اور جن لوگوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا، وہ لوگ مایوس ہو گئے ہیں میری رحمت سے اور وہی لوگ ہیں جن کیلئے عذاب الیم ہے۔'' (سورۃ العنکبوت:۲۳)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! نہ دوست بناؤ ان لوگوں کو، غضب فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے جن پر یہ آخرت (کے ثواب سے) مایوس ہو گئے ہیں جیسے کہ وہ کفار مایوس ہو چکے ہیں جو قبروں میں ہیں۔''

محاسبہ

(حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی)

محاسبہ سے مراد ذہن میں ایسا شعور پیدا کرنا ہے جو اس کو برائیوں سے روکے اور اس کی اس طرح تربیت کرنا ہے کہ اس میں ملامت کی صفت اُجاگر ہو جائے جو اس کو ان تمام معاصی سے روک دے، جو محبت' ایثار اور اخلاص کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔ صوفیائے کاملین کو اس کا کافی ادراک حاصل ہوتا ہے۔ حقیقت میں وہ نبی کریم ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عقلمند اور دانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور آخرت کیلئے عمل کیا' اور عاجز وہ ہے جس نے خواہشات نفسانیہ کی پیروی کی (اور عمل کی بجائے) تمنا اور آرزو پر اکتفا کیا''۔

جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ اسے لھو و لعب میں مشغول ہونے کا موقع نہیں دیتا۔ بلکہ اسے عبادت اور اطاعت میں مصروف رکھتا ہے۔ جب وہ کوئی سستی یا کوتاہی کرتا ہے تو خوفِ خدا کی وجہ سے فوراً اس کو ملامت کرتا ہے۔ اس طرح اس کے نفس کو لھو ولعب میں مشغول ہونے کا موقع کیسے مل سکتا ہے؟

شیخ احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محاسبہ خشیت الٰہی سے پیدا ہوتا ہے اور محاسبہ سے مقام مراقبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور مراقبہ سے سالک دائمی ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔''

صوفیائے کرام نبی کریم ﷺ کی اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ بھی اپنے صحابہ کرام کی روحانی تربیت کرنے کیلئے انہیں باطنی ملامت کی تربیت دیا کرتے تھے۔

مروی ہے کہ ایک دن حضور پاک ﷺ اپنے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے۔

آپ کو سخت بھوک لگی تھی۔ اسی اثناء میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے نور نبوت ﷺ سے یہ جان لیا کہ ان دونوں کی بھی یہی حالت ہے اور ان کے پاس بھی پیٹ بھرنے کیلئے کوئی چیز نہیں۔ اسی اثناء میں ایک انصاری صحابی آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور مومنانہ فراست سے اس معاملہ کو جان لیا اور عرض کی، میں آپ ﷺ کی ضیافت کرنا چاہتا ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں اصحاب کے ساتھ انصاری کے گھر پہنچے اور کھجوریں اور ٹھنڈا پانی نوش فرمایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' اس نعمت کے بارے میں آپ سے سوال کیا جائے گا۔ ان چند کھجوروں اور ٹھنڈے پانی کے چند گھونٹ کی کیا حیثیت ہے؟ لیکن اس کے باوجود بھی نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کی توجہ مبذول کرانے کیلئے ارشاد فرمایا کہ اس نعمت کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا تا کہ وہ کسی حالت میں بھی اپنے نفس کے محاسبہ سے غافل نہ ہوں۔

محاسبہ خالق و مخلوق کے بارے میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ اور اسی طرح نفس انسانی میں بھی شعور پیدا کرتا ہے جس کو احکام شرعیہ کا پابند کیا گیا ہے۔ محاسبہ سے انسان میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اس کی تخلیق عبث نہیں' بلکہ ضرور ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک قیامت کے دن اللہ سے ہم کلام ہوگا حتیٰ کہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پس جب وہ اپنے دائیں طرف متوجہ ہوگا تو اسے اپنے اعمال صالحہ نظر آئیں گے۔ اور بائیں طرف اپنے برے اعمال دیکھے گا۔ اور اس کے منہ کے سامنے بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا' آگ سے بچو۔ اگر چہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے سے۔ اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو پھر پاکیزہ کلام سے!!!!! (مسلم۔ ترمذی)

محاسبہ سے سالک کے دل میں توبۃ النصوح کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح وہ خالق سے دور کرنے والی ہر فانی شے کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''پس دوڑو اللہ کی طرف (اور اس کی پناہ لے لو) بے شک میں تمہیں اس (کے غضب) سے کھلا ڈرانے والا ہوں''۔ (الذاریات: ۵۰)

سالک یہ ارشاد باری تعالیٰ سن کر صوفیائے کرام کے مقدس گروہ میں شامل ہو کر منازل سلوک طے کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ اس کے پیش نظر یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہوتا ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ''۔ (توبہ: ۱۱۹)

''یہ لوگ راہ حق کے مسافر ہیں اور ابھی کوچ کرنے والے ہیں''۔ یہ مسافر منازل طے کرتے ہوئے حریم قدس میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں ان پر قرب و وصال کی وہ نوازشات ہوتی ہیں۔ جس کا ہر محبّ طالب ہوتا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بڑی پسندیدہ جگہ میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے پاس (بیٹھے) ہوں گے''۔

شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محاسبہ سے غفلت نفس کی بربادی کا باعث ہے۔ کیونکہ جب انسان اپنے نفس پر نرمی کرتا ہے تو اس سے خوش رہتا ہے۔ اور جب اس پر تنگی کرتا ہے تو اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفس پر نرمی کرنا اس کو خراب کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان واضح امور کو ترک نہ کرے۔ مخفی اور پوشیدہ امور کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور صوفیائے کرام کے اس فرمان کو ہمیشہ مدنظر رکھے: ''جس کا آج کا دن کل کے دن سے بہتر نہ ہو وہ فریب خوردہ ہے اور جو ترقی نہ کرے وہ گھاٹے میں ہے۔ اپنے معمولات پر ثابت قدم رہنا ہی ترقی کا باعث ہے''۔

اسی وجہ سے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' کہ اگر کوئی شخص وصول الی اللہ کی منازل ایک سال تک طے کرتا رہے اور پھر ایک لمحہ کیلئے بھی اس سے اعراض کرے تو سال بھر کی محنت ضائع ہو جاتی ہے۔''

زبان کی آفتیں

(امام غزالیؒ)

زبان دیکھنے میں محض گوشت کی ایک بوٹی ہے لیکن دراصل دنیا کی ہر چیز پر اسے تصرف حاصل ہے اور دنیا ہی کیا عدم کی ہر چیز پر بھی اس کا تصرف ایک ظاہری بات ہے زبان سارے جسم پر ایسے ہی حکمران ہے جیسا کہ دل کا تصرف پورے جسم پر ہے اور پھر دل سے اس کا دوہرا تعلق یوں ہے کہ جہاں ایک طرف دل سے صفات و کیفیات انہیں الفاظ کا جامہ پہناتی ہے وہاں دوسری طرف مختلف صورتوں میں نقوش و آثار اس تک پہنچاتی بھی ہے مثلاً جب کوئی آہ و فغاں کرتا ہے تو ان الفاظ سے دل میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے جسے رقت اور سوز کہا جاتا ہے اسی طرح جب زبان سے خوشی اور مسرت کے الفاظ نکل رہے ہوں تو دل سے کیفیت و نشاط کے اثرات ظہور پذیر ہوتے ہیں ۔غرض جس قسم کے الفاظ کلمات یا عبارات زبان سے نکلتے ہیں تو انہی کے عین مطابق کسی صفت ،حرکت یا کیفیت کا ظہور دل میں ہونے لگتا ہے مثلاً زبان سے نکلنے والے الفاظ یا کلمات بد ہوں تو دل میں بدی کی تاریکی چھا جاتی ہے لیکن اگر کلمہ حق زبان سے نکلتا ہے تو دل میں روشنی پھیل جاتی ہے لہذا ہمیں اپنی زبان کا استعمال سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔

امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں ۔

۱۔ وہ باتیں جن کے کرنے سے سراسر نقصان ہو۔

۲۔ وہ باتیں جن کے کرنے سے نفع بھی ہے اور نقصان بھی ۔

۳۔ وہ باتیں جو نفع اور نقصان دونوں سے خالی ہوں ۔

۴۔ وہ باتیں جن کے کرنے سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

تو معلوم ہوا کہ تین چوتھائی باتیں ایسی ہیں جن کا نہ کرنا ہی بہتر ہے بلکہ کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتیں اور صرف ایک چوتھائی ایسی ہیں جن کا زبان سے نکلنا درست ہے بلکہ اس قابل ہوتی ہیں کہ جو کرنی چاہئیں۔

ذیل میں زبان کی متعدد آفات کا تفصیلی ذکر پیش خدمت ہے۔

زبان کی پہلی آفت:

وہ باتیں ہیں جو فضول ہونے کے علاوہ کسی نہ کسی کیلئے آفت بن سکتی ہیں۔مثال کے طور پر کسی سے آپ نے سوال کیا کہاں سے آرہے ہیں یا کہاں جارہے ہو ہوسکتا ہے کہ مخاطب اس کا صحیح جواب دینے سے گریز کرتے ہوئے غلط بیانی سے کام لے یا ممکن ہے کہ صاف بتانے سے وہ مجبور تھا اور اس نے کذب بیانی کی اور وہ غریب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا جس کا سبب آپ بنے۔

حکایت

لقمان حکیم ایک مرتبہ چند روز تک روزانہ حضرت داؤد علیہ السلام کی مجلس میں تشریف لاتے رہے اور حضرت داؤد علیہ السلام اس عرصہ میں ایک زرہ تیار فرماتے رہتے لقمان حکیم نے کئی بار چاہا کہ پوچھوں یہ کیا چیز بنا رہے ہو لیکن خاموش رہ جاتے یہاں تک کہ زرہ تیار ہوگئی حضرت داؤد علیہ السلام نے وہ زرہ بکتر زیب تن فرما کر کہا اے لقمان جنگ کیلئے یہ کتنا عمدہ لباس ہے لقمان حکیم نے پہچان لیا کہ یہ وہی چیز ہے جس کے دریافت کرنے کے واسطے کئی بار ارادہ کیا لیکن خاموش رہنا ہی اچھا سمجھا اور کہا کہ خاموشی کا دوسرا نام دانائی ہے۔(کیمیائے سعادت)

افسوس صد افسوس آج کل غیر ضروری سوالات اور فضول باتوں کی وبا بہت عام ہے مثلاً یہ گاڑی کتنے میں خریدی؟ کس سال کا ماڈل ہے؟ آپ کے علاقے میں مکان کا کیا بھاؤ چل رہا ہے؟ فلاں جگہ پر موسم کیسا ہے؟ یار مہنگائی بہت زیادہ ہے؟ اف اتنی گرمی ہے؟ آج کل تو کڑکڑاتی سردی ہے؟ نہ جانے یہ بارش اب رکے گی بھی یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔عموماً متذکرہ بالا

کلمات اوراس طرح کے بے شمار جملے بلاضرورت بولے جاتے ہیں ۔کئی فضول سوالات ایسے ہوتے ہیں جن کے سبب بعض اوقات سامنے والے کومروت میں معاذ اللہ جھوٹ بولنا پڑ جاتا ہے مثلاً جوسفر سے آیا ہوا ہواس سے اگر کہا جائے آپ کوسفر میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی ؟ جواب ملے گا' جی نہیں حالانکہ حدیث پاک میں ہے ۔''سفرعذاب کا ٹکڑا ہے'' ظاہر ہے سفر پھر سفر ہے اس میں تکالیف کا سامنا تو ہوتا ہی ہے ۔ ہمارے گھر کا کھانا پسند آیا ؟ ہمارا گھر آپ کو اچھا لگا ؟ میں نے ابھی جو بیان کیا آپ کو کیسا لگا ؟ کسی سے پوچھا جائے ، میں نے جونعت شریف پڑھی تھی اس میں آپ کو میری آواز کیسی لگی ؟ وغیرہ اس طرح سے سوالات میں عموماً مروت میں جواباً جھوٹ بولنا پڑتا ہے بعض لوگ تو بڑے ہی عجیب ہوتے ہیں بات بات پر اس طرح تائید طلب کرتے ہیں ''کیوں بھئی ٹھیک ہے نا'' ''میں غلط تو نہیں کہہ رہا'' کیا خیال ہے آپ کا ؟ اب بات لاکھ نا قابل مروت ہو مگر مروت میں ہاں میں ہاں ملا کر بارہا جھوٹ بولنے کا کبیرہ گناہ کرنا پڑتا ہے ۔ ایسے باتونی لوگوں سے کوسوں دور رہنے ہی میں عافیت ہے کہ کہیں ان کی ہاں میں ہاں ملانا جہنم میں نہ پہنچا دے یہاں تک دیکھا ہے کہ اس طرح کے باتونی لوگ بعض اوقات گمراہی کی باتیں بلکہ معاذ اللہ کفریات بک کر بھی حسب عادت تائید حاصل کرنے کیلئے ''کیوں جی ٹھیک کہہ رہا ہوں نا ؟ کہہ کر سامنے والے سے ہاں کہلوا کر بعض اوقات اس کا بھی ایمان برباد کروا دیتے ہیں کیوں کہ ہوش وحواس کے ساتھ کفر کی تائید کرنا بھی کفر ہے ۔

امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں جو بات ایک لفظ میں کہی جا سکتی ہے اسے اگر دو یا تین الفاظ میں کہا تو دوسرا اور تیسرا لفظ فضول اور وبال ہے مگر بعض لوگ خود تو فضول گو ہوتے ہی ہیں دوسروں کو بھی دو دو بار بولنے پر مجبور کرتے ہیں آپ بھی میری اس بات پر غور فرما لیجئے ہوسکتا ہے نا دانستہ طور پر غلطی آپ سے بھی سرزد ہوتی ہو ۔اس کی صورت یہ ہے مثلاً زید کچھ بات کہتا ہے تو بکر سمجھ لینے کے باوجود چونک کے انداز میں ،بول پڑتا ہے جی ؟ اگر بکر اخلاقی تربیت سے بھی محروم ہے تو جی کے بجائے کہے گا ہیں ؟ کیا ؟ کے جواب میں زید کو اپنی بات خواہ مخواہ دہرانی پڑتی ہے ۔

زبان کی دوسری آفت:

دوسری آفت باطل اور معصیت میں داخل ہے۔یعنی اپنے شوق وفجور کی باتیں سنا کر اترانا یا اس قسم کی خلاف تہذیب اور نا شائستہ کہانیاں اور لطیفے سنانا۔جنہیں سن کر لوگ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جائیں۔ایسے لوگ ذیل کی حدیث سے عبرت حاصل کریں۔سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ بندہ بات کرتا ہے اور محض اس لئے کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے دوزخ کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جو آسمان وزمین کے درمیان کے فاصلے سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی قدم سے لغزش ہوتی ہے۔

زبان کی تیسری آفت:

ایسی بات کرنا جس میں اختلاف تھا اور اس طریقہ سے کرنا جو لڑائی جھگڑے کا سبب بن کر ایک فتنہ بن جائے ایسا شخص دوسرے کی بات کورد کرنے کا عادی ہو جاتا ہے دوسرا جو بات بھی کہے اس کا ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ تیری بات غلط ہے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے تو بے وقوف اور جاہل ہے میں ذہین اور عقل مند ہوں بہر کیف مد مقابل کو نیچا دکھانا ہی اصل مقصود ہوتا ہے حقیقت میں یہ تباہ کن صفات کو تقویت دینے کا ذمہ دار ہوتا ہے کیونکہ اس میں دو چیزیں آگئیں ایک تکبر دوسری درندگی' یہ دونوں باتیں ہی آدمی کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص دوران گفتگو خواہ مخواہ مخالفت پر نہیں اترتا اور جھگڑے سے بچنے کیلئے جھوٹ نہیں بولتا اس کیلئے بہشت میں گھر بنایا جاتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھیے کسی کی بات پر نکتہ چینی کرنا' خطا نکالنا' کسی کا نقص اور خرابی بیان کرنا تاکہ وہ نادم اور شرمندہ ہو یہ بھی حرام ہے کیونکہ اس سے بات کرنے والے کو رنج پہنچتا ہے مذہبی امور میں ناجائز جھگڑا کرنا جدال کہلاتا ہے اور یہ مذموم ہے ہاں اگر بطور نصیحت تنہائی میں سمجھا دیا جائے

تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن یہ بھی اس صورت میں جائز ہے کہ دوسرے کے مان لینے کی توقع ہو ورنہ خاموشی زیادہ موزوں ہے۔

امام محمد غزالی نے نقل فرمایا ہے ہر وہ قوم جو گمراہ ہو صرف اور صرف اس لئے ہوتی ہے کہ جدل کی مذموم عادت نے اسے مغلوب کر لیا۔

علماء کا ایک جلسہ میں مناظرہ ہوا ایک مولوی صاحب چک نور محمد کے تھے اس کے بالمقابل تین عالم تھے مگر تین روز تک ان کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔صدر مجلس نے مولوی صاحب سے پوچھا معاملہ کیا ہے اس نے کہا کہ سچے تو تین مولوی بھی ہیں مگر میں نے اپنی منطق کے دلائل سے ان کو گھیرا ڈال رکھا ہے؟ یہ کیا یاد کریں گے! ایسے مناظرے ہی تو باعث گمراہی ہوتے ہیں جہاں فقط مدمقابل کو نا جائز جھوٹا ثابت کرنا ہی مقصود ہو۔

زبان کی چوتھی آفت:

چوتھی آفت یہ ہے کہ مال کے بارے میں جھگڑا کرنا خواہ قاضی کی عدالت میں ہو یا دیوانی مقدمہ ہو یا فوجداری کا ہو یا پنچائیت میں یہ بھی بہت بڑی آفت ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی جاہل بے علم کسی سے تکرار کرتا ہے جب تک وہ اس خصوصیت کو چھوڑتا نہیں تب تک اللہ عزوجل کی ناراضگی میں ہے بزرگ فرماتے ہیں مال' زمین' مکان کے جھگڑوں میں الجھنا اس سے بدتر چیز کوئی نہیں ہے کیونکہ دل کو پراگندگی وانتشار میں ڈالنے والی عیش وسکون کو برباد کرنے والی' اس سے بڑھ کر کیا چیز ہو سکتی ہے جھگڑے میں اگر اور کچھ نہ ہو تو فریق ثانی سے خوش کلامی سے پیش آنا تو بہت مشکل ہے اگر کوئی بات کہی جائے اور وہ صداقت پر مبنی ہی کیوں نہ ہو فریق ثانی کا دل تو ضرور ہی رنجیدہ ہوگا اور اگر فحش کلامی بھی ساتھ شامل ہوگئی تو ہلاکت کا سبب بن جائے گی۔

زبان کی پانچویں آفت:

زبان کی پانچویں آفت فحش کلامی، بدکلامی، بدزبانی، گالی گلوچ، فضولیات اور مذاق وغیرہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص پر جنت حرام ہے جو فحش گوئی اور بے حیائی کی بات سے کام لیتا ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جب انہیں دوزخ میں لے جائیں گے تو ان کے منہ سے ایسی سخت بدبو اور تعفن نکل کر دوزخ میں پھیل جائے گا کہ خود اہل دوزخ چیخ اٹھیں گے اور پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تب انہیں بتایا جائے گا یہ وہ بدبخت ہیں جو فحش کلامی سے کام لیتے تھے اور ایسی جگہوں پر جانے کے بھی بہت مشتاق تھے جہاں بدزبانی اور فحش گوئی ہوا کرتی تھی مذکورہ بالا حدیث پاک سے بے شرمی کی باتیں کرنے والے ڈراموں کے شائقین، وی سی آر پر فحش فلمیں دیکھنے والے سینما گھروں میں جانے والے فلمی گانے گنگنانے والے درس عبرت حاصل کریں اور یاد رکھیں! حضرت ابراہیم بن میسرہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فحش کلامی، بے حیائی کی باتیں کرنے والا قیامت کے دن کتے کی شکل میں آئے گا۔

تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کے ماں، باپ کو گالی دیتا ہے اور جواب میں اپنے ماں باپ کیلئے گالی سنتا ہے تو گویا وہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینے کے مترادف ہے۔ یاد رکھیئے جماع کی بات تو اپنی بیوی سے بھی اشارہ کنایہ سے کرنی چاہیے ورنہ فحاشی کے دائرہ میں آجائے گی اور یاد رکھیئے بات بات پر مستورات کا نام بھی صاف صاف نہیں لینا چاہیے بلکہ طبیب کو بھی لازم ہے کہ اگر کسی کو ایسی بیماری ہے جس کا نام لینے سے وہ شرمندہ ہوگا تو اشارہ کنایہ سے ہی کام لینا چاہیے۔

زبان کی چھٹی آفت:

لعنت کرنا یا لعنت بھیجنا ہے۔ یاد رکھیئے کسی شخص پر لعنت کرنا انتہائی قابل مذمت ہے

بلکہ لعنت خواہ کسی انسان پر ہو یا حیوان پر دونوں ہی بد فعل ہیں۔اس لئے تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کسی پر لعنت نہیں کرتا۔

روایت میں ہے ایک بار ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقائے سفر میں شامل تھی اس نے راستہ میں اونٹ پر لعنت کی۔

سرکار ﷺ نے حکم فرمایا اس اونٹ سے سواری اور بوجھ اتار کر قافلہ سے باہر نکال دو کیونکہ یہ ملعون ہے' اور پیارے آقا ﷺ نے بے حد ناراضگی کا اظہار فرمایا۔حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص زمین یا کسی اور شے پر لعنت کرتا ہے وہ جواباً کہتی ہے لعنت ہو اس پر جو مجھ سے زیادہ گنہگار ہے امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کیمیائے سعادت میں فرمایا ہے کہ لعنت انفرادی حیثیت سے ہرگز نہیں کرنی چاہیے اجتماعی طور پر کر سکتا ہے یعنی لعنت ہو ظالموں پر فاسقوں پر وغیرہ وغیرہ یا جن پر شریعت جائز قرار دیتی ہے' یا اس شخص پر جس کا خاتمہ کفر پر ہوا جیسے فرعون اور ابوجہل وغیرہ خصوصاً زندہ آدمی کیسا ہی گناہگار کیوں نہ ہو لعنت ہرگز نہ کرنی چاہیے ہو سکتا ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کر کے نیک ہو جائے۔

(جاری ہے)

چھوٹا منہ بڑی بات

(قدرت اللہ شہابؒ)

نماز کے ساتھ کسی قدر وابستگی پیدا کرنا میرے لئے کافی کٹھن مرحلہ ثابت ہوا۔ یہ بات تو آسانی سے میری سمجھ میں آ گئی کہ مختلف نوعیت کے دنیاوی کلبوں کی طرح اسلام بھی ایک طرح کا عالمگیر کلب ہے۔ دوسرے کلبوں کی رکنیت حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ جو شخص کسی سماجی کلب کا ممبر منتخب ہونے میں کامیاب ہو جائے، اسے کلب کے تمام قواعد وضوابط پر سختی سے عمل کرنا پڑتا ہے۔ ماہانہ بل اور سالانہ چندہ پابندی سے ادا کیا جاتا ہے اور اپنے اعمال و کردار کو کلب کی روایات کے ساتھ شعوری طور پر ہم آہنگ رکھنا پڑتا ہے۔ ان شرائط کی خلاف ورزی ہو جائے تو کلب کی کمیٹی بلیک بال Black Ball کر کے کسی بھی ممبر کو بلیک بنی و دو گوش کلب کی رکنیت سے خارج کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام کچھ اور ہی طرح کا کلب ہے جو کوئی مسلمان ہو کر ایک بار اس کلب میں داخل ہو گیا، اس کی رکنیت تا حیات ہی نہیں بلکہ بعد از ممات بھی مستحکم طور پر قائم رہتی ہے۔ کلب کے قوانین کے مطابق وہ نماز پڑھے نہ پڑھے، سالانہ چندہ (زکوۃ) ادا کرے یا نہ کرے یا کئی دوسری شرائط پر پورا اترے یا نہ اترے۔ یہ اس کے ذاتی افعال ہوتے ہیں جن کا معاملہ فقط اس کے اور اس کے خالق کے درمیان رہتا ہے کسی دوسرے شخص کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ ان کمزوریوں، خامیوں اور بدنظمیوں کی بناء پر کسی ممبر کو اسلام کے کلب سے خارج کر سکے۔

اس کے علاوہ نماز کی ایک اور دلنواز صفت بھی میرے ذہن میں پوری طرح سما گئی دنیاوی حکمرانوں کے علاوہ چھوٹے بڑے رئیسوں، نوابوں اور سرکاری افسروں تک رسائی حاصل

کرنے کے لئے جو دوڑ بھاگ ،منت خوشامد، سفارش اور دوسرے ہتھکنڈے استعمال میں لائے جاتے ہیں ان کی فہرست طویل ہے لیکن رب العالمین اور احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے صرف باوضو ہونے کی شرط ہے۔اس کے علاوہ نماز کی نیت باندھنے میں نہ کسی پیر فقیر سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے، نہ کسی حکومت کے قانون کی پابندی لازمی ہے نہ کسی دفتر سے پرمٹ بنوانا پڑتا ہے۔ نہ کوئی ٹکٹ خریدنے کی شرط ہے۔ نہ کوئی شناختی کارڈ دکھانا پڑتا ہے۔ نہ کسی خاص جگہ یا مقام کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ نہ کوئی پی اے رستے میں حائل ہے نہ کوئی دربان روکتا ٹوکتا ہے،انسان کے لئے اپنے نفس کے علاوہ عبد اور معبود کے اس راز و نیاز میں کوئی حجاب بیچ میں نہیں آتا۔ یہ تو دوکاندار پیروں فقیروں کی من گھڑت ہے کہ بیعت کے بغیر وہ خاص اسرار نہ بتائیں گے وہ اسرار ہی کونسے ہیں جن کو وہ نہ بتائیں گے؟ جن اسرار کی ضرورت تھی ان کو تو حضورﷺ نے گلیوں اور بازاروں میں گھوم پھر کر اور پہاڑیوں اور منبروں پر چڑھ کر علی لاعلان بیان کر دیا ہے۔ان کے علاوہ دین میں کوئی راز ہیں نہ اسرار البتہ اشرار ضرور ہیں۔ جن کی بدولت لوگوں کو جال میں پھنسایا جاتا ہے ایسے جعلی پیر اکثر جاہل ہوتے ہیں۔ یوں منجملہ اسرار کے پانچ فن ہیں۔ کیمیا، لیمیا، ہیمیا، سیمیا اور ریمیا ان میں کسی کا تعلق سونا بنانے سے ہے۔ کسی کا حبس دم سے، کسی کا روح منتقل کرنے کا تصرف حاصل کرنے سے۔ یہ سب دنیا دار شعبدہ بازوں، عاملوں اور جوگیوں کے استدراجی کرتب ہیں۔ دین سے ان کا دُور کا بھی واسطہ نہیں اور نہ ہی تصوف کے حقیقی جوہر سے ان کا کوئی تعلق ہے۔

عقلی طور پر تو میں نے نماز کی آسائش و سہولت اور افادیت کو کشادہ دلی سے تسلیم کر لیا لیکن عملی طور پر بڑی حد تک محرومی کا شکار رہا۔ نماز کا وقت آتے ہی میرے اعصاب پر کاہلی، سستی اور کسلمندی کا ایسا شدید حملہ ہوتا تھا کہ میں مایوس ہو کر یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ ایسی نماز کا فائدہ ہی کیا جو رغبت اور شوق سے ادا نہ کی جائے۔ لیکن ایک روز قرآن کریم کی تلاوت کے دوران سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۴۲ نے اچانک میری آنکھیں کھول دیں۔اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ ''اور جب نماز کو

کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔صرف آدمیوں کو دِکھلاتے ہیں.. "

کسل کا ریاء کے ساتھ مشروط کرنے سے میرے ذہن نے یہ سہارا پایا کہ کسل سے مراد کسلِ اعتقادی ہے۔کسل طبعی نہیں۔یعنی طبعی کسل پر ملامت نہیں۔جس سے غالباً کوئی بھی مبرا نہیں۔میں نے اپنے دِل کو ٹٹولا تو اپنی کاہلی اور سستی میں نہ تو اعتقاد کی کمزوری پائی اور نہ ہی ریاء اور نمائش کا دخل محسوس کیا۔

اس کے علاوہ پارہ ۱۷ میں سورۃ الانبیاء کی آیت ۲۱ بھی میرے لئے خضرِ راہ ثابت ہوئی۔

"ان لوگوں سے ان کا حساب نزدیک آ پہنچا اور یہ **غفلت** میں ہیں۔اعراض کیے ہوئے ہیں"۔

اس سے مجھے یہ تسلی ہوئی کہ **غفلت** مذمومہ وہ ہے جس میں جان بوجھ کر اعراض یعنی ٹال مٹول ہو۔ خالی **غفلت** کی مذمت نہیں کیونکہ عادتاً اس سے کوئی خالی نہیں۔چنانچہ میں نے ہمت کر کے اپنی تمام کاہلی، کسلمندی اور **غفلت** کے باجود کسی حد تک نماز ادا کرنے کی پابندی اختیار کر لی۔ کافی عرصہ تک نماز بغیر خشوع وخضوع سے ہی پڑھتا رہا۔لیکن نیت نیک رکھی۔علاج کے طور پر دِل میں یہ عقیدہ بھی قائم رکھا کہ شروع میں اگر اعمال پر دوام نہیں ہوتا، تو اس مجموعہ پر ہی دوام کر لینا چاہیے کہ کبھی ہو گیا کبھی نہ ہوا۔یہ بھی ایک طرح کا دوام ہی ہے اگرچہ ناقص ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور رکاوٹ بھی راستے کا پتھر بن کر سامنے آ کھڑی ہوئی۔ کبھی نماز میں دِل لگتا ہے کبھی نہیں لگتا۔کبھی ذہن میں سکون ہوتا ہے کبھی انتشار، کبھی وساوس کا ہجوم ہوتا ہے کبھی پریشان خیالیاں حملہ آور ہوتی ہیں۔نماز کے دوران دِل میں یکسوئی شاذو نادر ہی نصیب ہوتی تھی۔ اس سے دِل میں یہ کھٹک رہتی تھی کہ ایسی ناقص نماز کا کیا فائدہ جو صرف اُٹھک بیٹھک پر مشتمل ہو۔

رفتہ رفتہ ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ عمارت کی تعمیر کے لئے ابتداء میں تو صرف بنیاد مضبوط کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔اس کے خوشنما ہونے کے پیچھے نہیں پڑتے۔اس میں روڑے پتھر وغیرہ بھر دیتے ہیں اور بعد میں اس پر بڑے عالیشان محل اور بنگلے تعمیر ہوتے ہیں۔اسی طرح ناقص عمل کی مثال بھی کامل عمل کی بنیاد کے مترادف ہے۔بنیاد کی خوبصورتی اور بدصورتی پر نظر نہ کی جائے

جو کچھ جس طرح بھی ہو سکے کرتا رہے۔ جیسے نماز گویا ناقص ہی ہو مگر ہو حدود میں وہ ہو جاتی ہے۔ اسی پر عمل کرنے سے نماز کامل کا دروازہ بھی اپنے وقت پر کھلنا شروع ہو جاتا ہے۔

دوسری بات میرے دل میں یہ گھر کر گئی کہ میرے جیسے ناقص العمل انسان کو اگر نماز کامل پڑھنے والوں کی نقل ہی نصیب ہو جائے تو یہ بھی بڑی سعادت ہے۔ روٗسا کے ہاں نقل پر بھی انعام ملتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات زیادہ ملتا ہے۔ اصلی خربوزہ، تربوز، آم، کیلے وغیرہ لے جاؤ تو بازار کے بھاؤ کی عام قیمت ملے گی۔ اگر مٹی یا چینی کے بنے ہوئے نقلی لے جاؤ تو زیادہ انعام ملتا ہے۔ اسی طرح ہماری نماز تو کیا اگر نماز کی نقل ہی ہوتی رہے تو شاید کسی وقت اس پر بھی انعام وارد ہو جائے۔

نماز کے دوران وساوس اور پریشان خیالیوں کے بارے میں ان کے اختیاری اور غیر اختیاری ہونے کا فرق ضرور محسوس اور معلوم کرتے رہنا چاہیے۔ جو وسوسے اور خیالات انسان اپنے دل میں خود لاتا ہے۔ انہیں روکنا اس کے اپنے اختیار میں ہے اس اختیار کو استعمال کرنا اس کا اپنا فرض ہے۔ اس اختیار کو استعمال میں لانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنی توجہ نماز کے الفاظ کے معانی کی طرف پھیر دے۔ یا اپنا دِل خانہ کعبہ کی جانب مرکوز کر لے۔ دِل میں بیک وقت دو خیالات سمانے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لئے جونہی دِل نماز کے معانی یا خانہ کعبہ کی جانب متوجہ ہو گا۔ اسی وقت وسوسہ کو وہاں سے دیس نکالا مل جائے گا۔

اکیسویں پارہ میں سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں ارشادِ الٰہی ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے کسی کے سینے میں دو دِل نہیں بنائے..." اس میں اس بات کی اصل ہے کہ دِل ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اسی اصول کی بنیاد پر اختیاری وسوسوں کا مندرجہ بالا علاج تجویز کیا گیا ہے۔ اسی سے اس شخص کا جھوٹ بھی ثابت ہوتا ہے۔ جو تسبیح بھی پھیرتا رہتا ہے اور باتیں بھی کرتا رہتا ہے۔ اس سے وہ یہ دعویٰ کرنا چاہتا ہے کہ عین باتیں کرنے میں بھی وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ نام نہاد مدعیوں کا یہ دعویٰ سراسر غلط اور باطل ہے۔

اس کے برعکس جو وساوس اور انتشارات غیر اختیاری طور پر پیدا ہوں۔ان کی جانب نہ التفات کرے نہ توجہ دے۔ بلکہ انہیں نظر انداز کر کے ایسے گزر جانے دے جیسے چھلنی سے پانی گزر جاتا ہے۔وسوسہ سے قلب کو خالی کرنے کی طرف متوجہ ہونا یہ خود ایک وسوسہ بن جاتا ہے۔ وسوسہ کی طرف متوجہ ہونا تو اپنے قصد سے ہے گو دفع کا ہی قصد ہو۔مگر توجہ تو بقصد اور اختیاری ہوئی۔اس لئے دلدل کی طرح اس میں اور زیادہ دھنسنے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔اس کی مثال بجلی کی تار کی طرح ہے کہ اگر دفع کی نیت سے بھی ہاتھ لگایا جائے تب بھی وہ لپٹے گا۔

نماز کے دوران دل میں غیر اختیاری وساوس آنے کی وجہ سے مایوسی یا پریشانی کا شکار ہونے کی بالکل کوئی ضرورت نہیں۔ دراصل انسان کا قلب تو ایک سپر ہائی وے Super Highway کی مانند ہے۔اس پر بادشاہی سواریاں بھی گزرتی ہیں۔امیر کبیر بھی چلتے ہیں۔ غریب اور فقیر بھی گزرتے ہیں۔خوبصورتوں اور بدشکلوں کی بھی یہی گزرگاہ ہے۔نیکوکاروں، پارساؤں اور دینداروں کے علاوہ کافروں، مشرکوں، مجرموں اور گنہگاروں کے لئے بھی یہ شارع عام ہے۔عافیت اسی میں ہے کہ اس شاہراہ پر جیسی بھی ٹریفک خود بخود آئے، اسے خاموشی سے گزر جانے دیا جائے۔اگر اس ٹریفک کی طرف متوجہ ہو کر اسے بند کرنے یا اس کا رُخ موڑنے کی کوشش کی گئی، تو دل کی سڑک پر خود اپنا پہیہ جام ہونے کا شدید خطرہ ہے۔اس راستے کا ٹریفک سگنل صرف سبز بتی پر مشتمل ہوتا ہے اس میں سرخ بتی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

نماز کے اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی زندگی کا اصل راز یہ ہے کہ دنیا کو قلب سے نکالو۔گو ہاتھ میں بقدر ضرورت موجود رہے۔دنیا کا ہاتھ میں ہونا مضر نہیں۔دل میں سمانا مضر ہے۔قلب تو بس حق تعالیٰ ہی کے رہنے کی جگہ ہے۔قلب کو صاف رکھنا چاہیے۔نہ معلوم کس وقت نورِ حق اور رحمت الٰہی قلب پر جلوہ گر ہو جائے۔اس کا خاص اہتمام رکھو کہ قلب فضولیات سے خالی رہے جس طرح فقیر اپنے برتن کو خالی رکھتا ہے کہ نہ معلوم کسی وقت کسی سخی کی نظر عنایت ہو جائے۔ایسے ہی قلب کو خالی رکھو۔نہ معلوم کس وقت رحمت کی نظر ہو جائے۔

قلب کو دنیا کی فضولیات سے خالی رکھا جائے تو اس میں فروتنی، عجز اور انکسار کے شگوفے کھلتے ہیں ان شگوفوں کی خوشبو عُجب اور کبر کی بدبو کو نکال باہر کرتی ہے۔ عُجب میں انسان دوسرے کو تو حقیر نہیں سمجھتا لیکن اپنے آپ کو عظیم سمجھتا ہے۔ کبر میں دوسرے کو بھی حقیر سمجھتا ہے۔ یہ رذائل قلب کی صفائی کو گندگی سے آلودہ کر دیتے ہیں۔ اس غلاظت سے نجات حاصل کر کے اگر قلب کو عجز و انکسار کی پستی میں بچھا دیا جائے تو اس کا رُخ پاکیزگی کے پرنالے کی جانب مڑ جاتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ فارسی شعر کا ترجمہ:

(پانی نشیب ہی میں جاتا ہے۔ جہاں کوئی مشکل ہوتی ہے اسی کے حل کے لئے جواب ملتا ہے
جہاں درد ہو وہاں دوا کام آتی ہے۔ جہاں کوئی مرض ہو اسی سے شفا نصیب ہوتی ہے)

کہہ دینے کی حد تک تو یہ ایک معمولی سی، چھوٹی سی بات ہے کہ قلب کو فضولیات سے خالی رکھنا چاہیے لیکن اس پر عمل کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ قدم قدم پر بار بار ناکامی، مایوسی اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن میرا تجربہ ہے کہ اگر ثابت قدمی کے ساتھ انسان اس کوشش میں لگا رہے تو رفتہ رفتہ اس کا نخلِ تمنا ضرور سرسبز ہونے لگتا ہے۔ اگر اس کی خواہش کے مطابق اس کوشش کا نتیجہ خاطر خواہ نکلتا ہوا نہ بھی محسوس ہو پھر بھی لگے رہنا چاہیے۔ اس سعی اور کاوش میں اس مقولے کو پیشِ نظر رکھنا تقویت دیتا ہے۔

برسوں کی ریاضت، مجاہدہ اور کوشش کے بعد اگر یہی احساس حاوی رہے کہ مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ تو درحقیقت اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ لیکن جونہی کسی کے ذہن میں یہ خیال اُبھرا کہ اب میرا قلب عاجزی اور انکساری کا مسکن بن گیا ہے تو خطرہ ہے کہ شاید وہ پہلے سے بھی زیادہ کبرِ عظیم میں مبتلا ہو گیا ہو۔ اس دو دھاری تلوار سے بچ بچ کر چلنا ہی کامیابی کا اصلی راز ہے۔

(جاری ہے)

نماز

(مرسلہ: فہد محمود بخاری)

۱۔ مقصد حیات کی یاد دھانی :

انسان کی پوری زندگی کو عبادت میں تبدیل کرنے کے لیے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اس کے ذہن میں یہ شعور ہر وقت تازہ رہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے۔ یہ ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ تعالی انسانی حواس سے بالاتر ہے لیکن گمراہی کی طاقتیں ہر سمت پھیلی ہوئی ہیں۔لہذا ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ انسان کو بار بار اس بات کی یاد دہانی کرائی جاتی رہے کہ اسے اپنی زندگی ایک مخصوص انداز سے گزارنی ہے، یہ نماز کا سب سے بڑا فائدہ ہے، جیسے ہی آپ صبح کو اُٹھیں وہ آپ کو یہ بات یاد دلاتی ہے۔دن کے کام کے ہنگاموں سے دوبارہ کھینچ کرلاتی ہے اور اسی چیز کو یاد دلاتی ہے۔شام اور رات کو جب تفریح یا آرام کا وقت ہوتا ہے تو نماز آپ کو آگاہ کرتی ہے کہ تم خدا کے بندے ہو، شیطانی نفس کے بندے نہیں ہو۔نماز کی اسی خصوصیت کی بنا پر قرآن میں اسے "ذکر" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے معنی یاد دہانی کے ہیں

۲۔ فرض شناسی :

بندۂ مومن ہر قدم پر خدا کے احکام کو بجا لانے کی کوشش کرتا ہے۔جس سے فرض شناسی اور مستعدی پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر فوج کو دیکھئے! وہاں کن کن طریقوں سے فرائض کو سمجھنے اور ادا کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔رات دن میں کئی بار بگل بجایا جاتا ہے، سپاہیوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا جاتا ہے، آخر کس لیے؟ اس لیے کہ سپاہیوں میں فرض شناسی پیدا ہو اور جو لوگ ان صفات سے محروم ہوں ان کی آزمائش ہو جائے، تاکہ ان کی اصلاح کی کوشش ہو یا

بالآخران کوفوج سے نکال دیا جائے۔

دنیوی فوج کے لیے کام کا وقت تو کبھی برسوں میں آتا ہے، تب بھی قواعد کی پابندی روزانہ کرائی جاتی ہے، لیکن اسلام کی تیار کردہ فوج تو ہر وقت برسرِ پیکار ہے۔ اسے زندگی کی ہر اُن شیطانی قوتوں سے لڑنا ہے، فرائض بجالانے ہیں، حدوداللہ کی حفاظت کرنی ہے، ظاہر ہے کہ ایسی فوج کے لیے زیادہ سخت تنظیم، تربیت اور آزمائش کی ضرورت ہے اور انہی مقاصد کے تحت نماز دن اور رات میں پانچ بار فرض کی گئی ہے تاکہ ایک طرف تو مسلمانوں کی تربیت ہو اور دوسری طرف سچے اور جھوٹے مسلمانوں میں امتیاز ہو جائے۔ ''بندے اور کفر کے درمیان ترکِ صلوٰۃ واسطہ ہے'' یعنی ترکِ صلوٰۃ وہ پل ہے جسے پار کر کے آدمی ایمان سے کفر کی طرف جاتا ہے۔

۲۔ تعمیر سیرت :

نماز کا تیسرا اہم کام یہ ہے کہ وہ انسان کی سیرت کو اس خاص ڈھنگ پر تیار کرتی ہے جو اسلامی زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری ہے۔ دنیا میں ہر جگہ جیسا کام کسی جماعت کو کرنا ہوتا ہے اسی کے لحاظ سے اس کی تربیت کی جاتی ہے، مثلاً سول سروس کا مقصد وفاداری کے ساتھ ملک کا انتظام کرنا ہوتا ہے، لہٰذا وہاں سارا زور نظم مملکت کی صلاحیت پیدا کرنے پر دیا جاتا ہے اور اطاعتِ امیر اور تنظیم کی تربیت دی جاتی ہے۔ اسلام کا مقصد ایک ایسی جماعت کی تیاری ہے جس کا مقصد اوّلین نیکی کو قائم کرنا اور بدی کو مٹانا ہے اور جسے سیاست، عدالت، تجارت، صنعت، صلح و جنگ غرض یہ کہ ہر شعبہ زندگی میں خدا کے قوانین کی پابندی کرنی ہے اور انہیں پوری دنیا میں نافذ کرنے کی ذمہ داری سنبھالنی ہے۔ یہ عظیم کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک انسان میں خدا کا خوف، اس کی محبت اور اس کی خوشنودی کی خواہش نہ پیدا ہو اور جب تک آدمی یہ جان نہ لے کہ خدا حاکم اصلی ہے اور ہر انسان اس کے سامنے جواب دہ ہے۔ مسلمان اسلام کے طریقے پر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا جب تک کہ اسے یقین نہ ہو کہ خدا ہر جگہ ہر حال میں اسے دیکھ رہا ہے، اس کی ہر ہر حرکت سے باخبر ہے، اندھیرے میں بھی اس کو دیکھتا ہے، تنہائی میں بھی اس کے ساتھ ہے اور

اس کے دل میں جو نیت چھپی ہوئی ہے اس کو بھی وہ جانتا ہے، یہی یقین انسان کو خدا کے احکام کی اطاعت اور اس کے قانون کی پیروی کے لیے تیار کرتا ہے، اور نماز کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسی یقین کو بار بار انسان کے ذہن میں تازہ کرے، نماز کا ارادہ کرنے کے ساتھ ہی روح کی تربیت اور اسلامی سیرت کی تعمیر کا عمل شروع ہو جاتا ہے، اور پھر ایک ایک حرکت، ایک ایک فعل اور ایک ایک قول جو نماز سے متعلق ہے کچھ اس طور پر رکھا گیا ہے کہ اس سے خود انسان کی سیرت اسلام کے سانچے میں ڈھلتی چلی جاتی ہے، اسی وجہ سے قرآن میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ

''یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے''۔

اسی بناء پر نماز انبیاء کی تعلیمات کا جزو رہی ہے ۔تمام انبیاء کی شریعت میں نماز اوّلین رکن اسلام تھی ۔اسلامی تحریک میں جب بھی کبھی زوال آیا ہے نماز کا نظام تربیت ٹوٹ جانے کی وجہ ہی سے آیا، کیونکہ اسلام کے طریقے پر چلنے کے لیے اسلامی سیرت ضروری ہے، اور اسلامی سیرت نماز کے نظام تربیت ہی سے بنتی ہے اور جب یہ نظام ٹوٹے گا تو سیرتیں بگڑ جائیں گی اور اس کا لازمی نتیجہ زوال وانحطاط ہوگا۔

٤۔ضبط نفس: تعمیر سیرت کے ساتھ ساتھ نماز انسان میں ضبط نفس کی طاقت بھی پیدا کرتی ہے۔نماز میں دعاؤں اور تسبیحوں کے ساتھ اوقات کی پابندی، اپنے نفس پر پوری طرح قابو رہتا ہے، اور اسے اپنے ارادے کے تحت چلانے میں مشاق ہو جاتا ہے۔ صبح کا وقت ہے، نیند آرہی ہے، آرام طلب نفس کہتا ہے پڑے رہو، اب کہاں اُٹھ کر جاؤ گے، نماز کہتی ہے کہ وقت آچکا ہے، سیدھی طرح اٹھو، وضو کرو، جاڑے کا موسم ہے تو ہوا کرے، پانی گرم نہیں ہے، نہ سہی، ٹھنڈا ہی پانی استعمال کرو اور چلو مسجد کی طرف !!! ان دو مطالبات میں سے اگر کسی نے نفس کے مطالبے کو پورا کر دیا تو اس کا نفس اس سے جیت گیا ورنہ اس نے نفس پر قابو پالیا۔اسی طرح ظہر، عصر، مغرب عشاء ہر وقت نفس کسی نہ کسی مشغولیت، فائدے، نقصان، لطف، لذت، مشکلات

وغیرہ کے بہانے ڈھونڈتا ہے لیکن نماز ہر وقت تازیانہ بن کر آجاتی ہے اور آپ کی اونگھتی ہوئی قوت ارادی کو جگاتی ہے، اگر آپ نماز کا مطالبہ پورا کرتے رہے تو آپ خواہشات نفس کا زور توڑ دیں گے، ان پر حکمران ہو جائیں گے اور آپ میں یہ طاقت پیدا ہو جائے گی کہ اپنے ارادے کے مطابق انہیں تبدیل کر سکیں۔ نماز چھوڑ کر آدمی خواہشات نفس کا پیرو کار بن کر گمراہ ہو جاتا ہے:۔

نماز افراد کو کس طرح تیار کرتی ہے۔ہم نے دیکھا کہ نماز:

(۱) آدمی کے ذہن میں اس حقیقت کو تازہ رکھتی ہے کہ وہ دنیا میں خود مختار نہیں ہے بلکہ اللہ ربّ العالمین کا بندہ ہے اسی حیثیت سے کام کرتا ہے۔

(۲) انسان کو فرض شناس بناتی ہے؛

(۳) فرض شناس اور فرض ناشناسی میں تمیز کا ذریعہ بہم پہنچاتی ہے؛

(۴) خیالات کا ایک پورا نظام ترتیب دیتی ہے تا کہ اس کی سیرت پختہ ہو سکے؛

(۵) انسان میں یہ قوت پیدا کرتی ہے کہ وہ اپنے عقیدے اور بصیرت کے مطابق جس طرز عمل کو صحیح سمجھتا ہے اس پر عمل کر سکے؛ اور

(۶) بندے کو ربّ کے قریب لاتی ہے، اس کے قلب کو پاکیزگی اور روح کو بالیدگی عطا کرتی ہے۔

اجتماعی فوائد: ہمیں نماز کے ایک دوسرے پہلو پر نظر ڈالنی چاہیے۔ یہ ظاہر ہے کہ انفرادی سیرت تنہا کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی جب تک کہ جماعت میں بھی وہی سیرت موجود نہ ہو آدمی دنیا میں کوئی کام اکیلا نہیں کر سکتا۔ اس کی ساری زندگی اپنے بھائی بندوں، دوستوں اور ہمسائیوں اور ساتھیوں کے ساتھ ہزاروں قسم کے تعلقات میں جکڑی ہوئی ہے، اب اگر ایک انسان ایسے لوگوں کے درمیان گھرا رہے، جو خدا کے قانون کو تسلیم ہی نہیں کرتے، یا اس کی نافرمانی پر تلے ہوئے ہیں تو اکیلے آدمی کے لیے اپنی زندگی میں اس قانون کو جاری کرنا دشوار

ہو جائے گا، حالانکہ مسلمانوں کے ذمے کام نہ صرف یہ ہے کہ اسے اپنی زندگی میں جاری کریں بلکہ پوری دنیا پر غالب و نافذ کریں۔ اس کام کے لیے ایک مسلمان کافی نہیں ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ سب مسلمان مل کر ایک جماعت بنیں اور پھر اس کام کے لیے کوشش کریں۔ نماز ہماری اس ضرورت کو بھی پورا کرتی ہے۔ وہ اس اجتماعی نظام کا پورا ڈھانچہ بناتی ہے، اس کو قائم کرتی اور رکھتی ہے۔ پنج وقتہ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب قرار دیا گیا ہے، حکم ہے کہ آذان کی آواز سنتے ہی دوڑ جاؤ۔ جیسے فوجی سپاہی بگل سنتے ہی سمجھ لیتا ہے کہ کمانڈر نے ہمیں طلب کیا ہے اور اس کی تعمیل کے لیے دوڑتا ہے اسی طرح ہر مسلمان جہاں بھی اذان کی آواز سنے سب کام چھوڑ کر قریب کی مسجد کا رُخ کرے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب کبھی کوئی مہم پیش آئے تو سارا گروہ ایک منظم جماعت کی صورت میں جمع ہو کر مہم کو سر کر سکے۔ مومن اذان سنتے ہی مسجد میں جمع ہوتے ہیں، باہمی متعارف ہوتے ہیں کہ سب ہم مقصد اور ایک ہی راہ کے مسافر ہیں۔ مسجد میں جب آپ دیکھیں گے کہ میرا کوئی بھائی پھٹے پرانے کپڑوں میں ہے، کوئی پریشان حال، فاقہ زدہ ہے تو آپ کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوگا اور جو لوگ آسودہ حال ہیں وہ غریبوں کی مدد کر سکیں گے۔ پھر مسجد میں تمام مسلمان مساوی حیثیت میں ہوتے ہیں۔ ایک چمار اگر پہلے آیا تو وہ اگلی صف میں ہوگا اور ایک رئیس اگر بعد میں آئے تو وہ پچھلی صفوں میں رہے گا؛ کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی مسجد میں اپنی نشست مخصوص نہیں کرا سکتا اور نہ کوئی شخص اس بات کا مجاز ہے کہ کسی شخص کو اس جگہ سے ہٹا دے، تمام مسلمان ایک صف میں کھڑے ہوں گے۔ یہاں نہ کوئی بڑا ہے نہ چھوٹا، نہ اونچ نہ نیچ، کسی کے چھو جانے سے کوئی ناپاک نہیں ہوتا اور نہ کسی کے برابر کھڑے ہونے سے کسی کی عزت پر حرف آتا ہے، اس طرح سوسائٹی کے افراد کو یاد دلایا جاتا ہے کہ خدا کی نگاہ میں تم سب برابر ہو، طبقاتی امتیاز یا نسل، قبیلہ، رنگ اور وطن کی عصبیت غلط ہیں۔

مسجد میں ہر مسلمان امام بن سکتا ہے۔ البتہ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے شریعت میں وہ صفات بیان کی گئی ہیں جن کا لحاظ رکھنا چاہیے، یہ صفات، انتہائی معنی خیز ہیں، ان کے ذریعے

سے مسلمانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ اس چھوٹی سی مسجد کے باہر اس وسیع مسجد میں، جس کا نام زمین ہے ،مسلمانوں کا اجتماعی نظام کیسا ہونا چاہیے، انہیں کیسا امام یا لیڈر منتخب کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ کس قسم کا تعلق رکھنا چاہیے۔امام ایسے شخص کو منتخب کیا جائے، جو پرہیز گار ہو، نیک سیرت ہو، دین کا علم رکھتا ہو، حکم دیا گیا ہے کہ امام ایسے شخص کو نہ بنایا جائے جس سے جماعت کی اکثریت ناراض ہو، اگر جماعت میں زیادہ تر آدمی کسی شخص کی اقتداء کرنے سے کراہت کرتے ہوں تو اسے امام نہ بنایا جائے۔ جو شخص امام بنے وہ نماز پڑھانے میں جماعت کے ضعیف لوگوں کا بھی لحاظ رکھے، محض جوان، مضبوط اور فرصت والے آدمیوں کو پیش نظر رکھ کر لمبی لمبی قرات اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے نہ کرنے لگے بلکہ یہ بھی خیال رکھے کہ جماعت میں بوڑھے بھی ہیں، بیمار بھی ہیں اور کمزور اور مصروف آدمی بھی ہیں۔امام کی سختی سے پیروی کرنی چاہیے۔اس کی حرکت سے پہلے حرکت کرنا منع ہے۔اس طرح قوم کو بتایا جارہا ہے کہ اسے اپنے سردار کی اطاعت کس طرح کرنی چاہیے،البتہ اگر امام غلطی کرے تو مقتدیوں کا فرض ہے کہ اسے ''سبحان اللہ'' کہہ کر ٹوک دیں۔ یہ تو چھوٹی موٹی غلطیوں کی بات ہے، لیکن اگر غلطی سنگین ہو اور کفر و شرک تک پہنچتی ہو تو جماعت کا فرض ہے کہ فوراً اس امام کو ہٹا کر دوسرا امام مقرر کرے۔قومی زندگی میں بھی یہی حیثیت ہے جب تک قوم کا سردار حدود اللہ میں کام کر رہا ہو اس کی اطاعت واجب ہے۔اگر وہ خدا کی حدود کو توڑ دے تو ملت اسلامیہ کا فرض ہے کہ اپنے رہنماؤں اور اکابرکو ان کے عہدوں سے اتار دے اور ان کی جگہ خدا ترس لوگ منتخب کرے۔

<u>نماز کو ''عماد الدین'' یعنی دین کا ستون کہا گیا ہے، جس کے قیام سے دین قائم ہے اور جس کے منہدم ہو جانے سے دین کی عمارت بھی منہدم ہو جاتی ہے۔نماز روحانی ترقی اور قرب الٰہی کا سب سے موثر ذریعہ ہے۔</u> حضور اکرم ﷺ نے نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔ <u>حقیقت یہ ہے کہ نماز ایمان بھی ہے اور ایمان کی پہچان بھی ہے، دل کا نور اور آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ہے اور انفرادی اور اجتماعی سیرت کی صورت گر بھی۔</u>

مسائل تصوف،قرآن وسنت کی روشنی میں بیعت کا ثبوت

(گزشتہ سے پیوستہ) (سید مشتاق علی)

حدیث نمبر٦: **خوشی اور نا خوشی پر بیعت:**

حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریمﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر عرض کیا میں آپﷺ سے اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ آپﷺ کی بات سنوں گا اور اس پر عمل بھی کروں گا ہر حال میں خواہ وہ مجھے پسند ہو یا نہ ہو۔آپﷺ نے فرمایا اے جریر!تم اس بات کی استطاعت رکھتے ہو؟تم اس طرح کہو کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔پھر بیعت کرو اور اس بات پر بیعت کرو کہ میں ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔(سنن نسائی)

حدیث نمبر٧: **ہجرت پر بیعت:**

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریمﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپﷺ کے ہاتھ پر ہجرت کی بیعت کرتا ہوں۔اور میں اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ آیا ہوں۔حضور نبی کریمﷺ نے فرمایا واپس جاؤ اور انہیں اسی طرح خوش کرو جیسے تم نے انہیں رُلایا ہے۔(سنن نسائی: البیعت)

حدیث نمبر٨: **عورتوں سے بیعت کرنا:**

حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ سے روایت ہے،وہ فرماتی ہیں کہ میں کئی انصاری عورتوں کے ہمراہ نبی کریمﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی ہم نے آپﷺ کی خدمت میں بیعت

کے لیے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کرتی ہیں کہ ہم اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان میں سے بہتان نہیں باندھیں گی۔ اور شرع کے کام میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ بھی کہو کہ جہاں تک ہم سے ہو سکا۔ حضرت اُمیمہؓ نے فرمایا: ہم نے کہا کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو ہم پر بہت رحم ہے کہ آپ ہماری استطاعت کے مطابق ہم سے بیعت لینا چاہتے ہیں۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پھر آگے بڑھایئے اپنا ہاتھ مبارک ہم آپ سے بیعت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ میرا ایک عورت سے کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسے میں نے سو عورتوں سے کہا۔ (سنن نسائی)

حدیث نمبر ۹: **نابالغ لڑکے کی بیعت:**

حضرت ھرماس بن زیادؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اور میں نابالغ لڑکا تھا آپ ﷺ نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ (سنن نسائی)

حدیث نمبر ۱۰: **غلاموں کی بیعت:**

حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک غلام نے حاضر خدمت ہو کر نبی کریم ﷺ سے ہجرت پر بیعت کی آپ ﷺ کو علم نہ تھا کہ یہ غلام ہے۔ بعد ازاں اس کا مالک اسے لینے آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے میرے ہاتھوں بیچ ڈالو۔ نبی کریم ﷺ نے دو کالے غلام دے کر اسے لے لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ جب تک یہ دریافت نہ فرما لیتے کہ وہ غلام تو نہیں۔ بیعت نہ فرماتے۔ (سنن نسائی)

حدیث نمبر ۱۱: **استطاعت پر بیعت:**

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ رسول اللہ ﷺ سے سمع و طاعت پر بیعت کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے جس کام میں تم استطاعت رکھتے ہو اس کی سمع و طاعت پر بیعت کرو اور یہ بھی فرمایا کہ میں ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں۔ (سنن نسائی)

حدیث نمبر ۱۲: **نوحہ نہ کرنے پر بیعت:**

حضرت اُم عطیہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم صحابیات سے رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی بیعت لی کہ ہم کسی میت پر نوحہ (بین) نہ کریں گی۔ **(سنن نسائی)**

حدیث نمبر ۱۳: **سوال نہ کرنے پر بیعت:**

حضرت عوفؓ بن مالک سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہماری تعداد تقریباً سات، آٹھ یا نو تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ہم صحابہ کو ارشاد فرمایا کیا تم رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے بیعت کرنے کے لیے اپنے ہاتھ بڑھا دیے۔ ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو پہلے آپ کی بیعت کر چکے ہیں۔ اب کس بات پر بیعت کریں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس بات پر بیعت کرو کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہوگی۔ اس کی عبادت میں کسی کو ذرّہ برابر بھی شریک نہیں کرنا۔ پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھنا۔ امام کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔ راوی کہتے ہیں میں نے ان میں سے بعض صحابہ کو دیکھا کہ ان کا کوڑا (چابک) بھی گر جاتا تو سواری سے اتر کر خود اٹھاتے، کسی سے سوال نہ کرتے۔

(ابن ماجہ)

حدیث نمبر۱۴: **محض دنیا کمانے کی نیت سے بیعت کرنا:**

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات تک نہ کرے گا نہ انہیں (گناہوں سے) پاک صاف کرے گا، بلکہ انہیں دردناک عذاب دے گا۔ ایک تو وہ شخص جس کے پاس رستے میں بے ضرورت پانی ہو (اس کی ضرورت سے زیادہ) پھر بھی وہ مسافر کو نہ دے۔ دوسرے جو شخص محض دنیا کمانے کی غرض سے کسی امام (بادشاہ حاکم) سے بیعت کرے اگر اسے دنیا کا روپیہ پیسہ دے تب تو بیعت پوری کرے ورنہ پوری نہ کرے۔ تیسرے وہ شخص جو بعد نماز عصر بازار میں کچھ سامان فروخت کرنے کے لیے نکلے اور اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھائے کہ اس مال کی مجھے اتنی قیمت ملتی تھی اور اس کی قسم کے اعتبار پر کوئی وہ سامان خرید لے۔ حالانکہ وہ جھوٹا ہو، اسے اتنی قیمت نہ ملتی ہو۔ (بخاری کتاب الاحکام)

دعائے مغفرت

گوجرانوالہ سے بھائی حمید اللہ کی ممانی

راولپنڈی سے بھائی عزیز عارف صاحب کے ماموں زاد بھائی

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
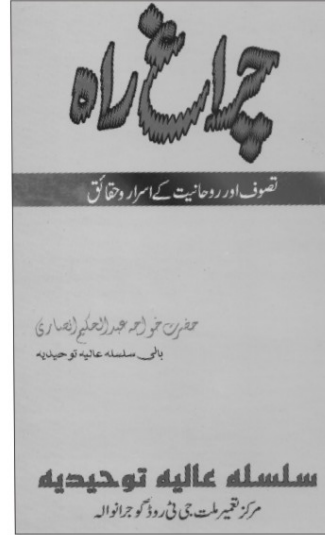
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
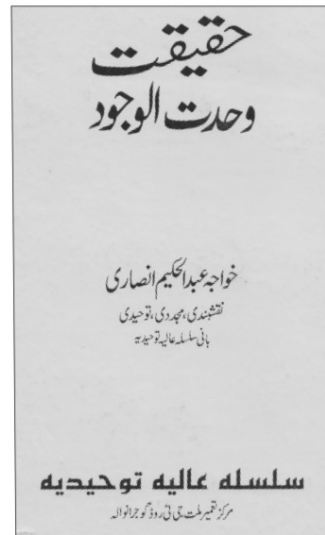
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

تعمیرِ ملت
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
سلسلہ عالیہ توحیدیہ

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔
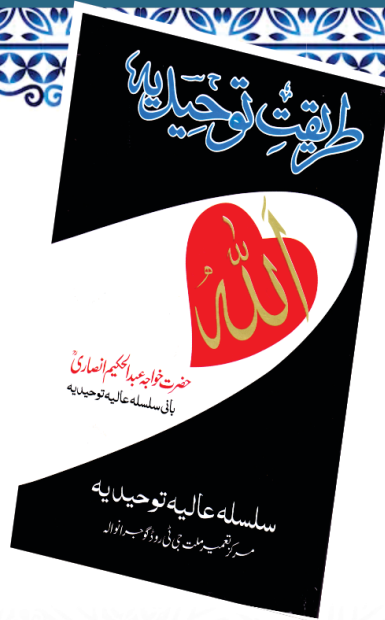
Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com